بادۂ خیام

از

مصوّرِ جذبات علّامہ اسرار حسن خاں صاحب شاہجہانپوری

مصنّف سیرتِ رسول وغیرہ

جسے

بعد اخذ حقوق اشاعت دائمی شیخ رضی الدین قریشی نے

اوریس المطابع دہلی میں چھپوا کر

ن دار بک ڈپو جامع مسجد دہلی سے شائع کیا

پہلی بار

قیمت ایک روپیہ

سیرۃ عمر خیامؒ

خیام کا نام عمر۔ لقب غیاث الدین، کُنیت ابوالفتح، اور تخلص خیام تھا۔
خیام کے والد احمد ابراہیم نیشاپور کے مشہور تاجر اور جمعیۃ امراء کے معتمد تھے۔

ابتدائی حالات

عمر خیام ۴ر شعبان ۴۱۱ھ ہجری (مطابق ۶ر دسمبر ۹۹۳ء) کو صبح صادق کے وقت نیشاپور میں پیدا ہوئے۔

شروع سے نہایت ذہین، تیز طبیعت، سنجیدہ اور عاقل تھے۔ حافظہ اس قدر تیز تھا کہ کسی بات کو سننا اور حفظ ہوجانا۔ یہ دونوں باتیں ان کے واسطے ایک تھیں۔

۴۱۹ھ ہجری میں ان کو دارالعلوم النظامیہ میں داخل کیا گیا۔ وہاں انہوں نے سب سے پہلے قرآن مجید حفظ یاد کیا۔ پھر فقہ، حدیث، تفسیر، ادب، اور علم کلام کی کتابیں ختم کیں۔ ۴۳۰ھ ہجری میں وہ حضرت امام موفق کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔

رئیس المتکلمین حضرت امام موفق رح اس زمانہ کے مایہ ناز ادیب خطیب، اور سب سے بڑے محدث ومفسر تھے۔

عمر خیام ان کا بے انتہا احترام کرتے تھے، خود اپنی ایک تصنیف میں لکھتے ہیں۔
حضرت امام موفق رح جبتک زندہ رہے میں نے کبھی ان کے مکان کی طرف پاؤں نہیں پھیلائے۔

غور و فکر

عمر خیام کے دماغی اوصاف غیر معمولی اور ان کی قوت متخیلہ اعلیٰ درجے کی تھی۔ ارادے کے نہایت مضبوط تھے۔ کامل غور وفکر کے بعد جو فیصلہ

کر لیتے اس پر آخر تک قائم رہتے۔ تقریر نہایت سنجیدہ، دلچسپ، اور کثیر المعانی ہوتی تھی۔

اخلاق عمر خیام کے صحیفۂ اخلاق میں حلم و تواضع، رحم و کرم، اور حریت و استقلال کا عنوان نہایت جلی تھا۔ وہ ایک مایۂ ناز ادیب اور شاعر تھے۔ لیکن انکے مزاج میں نخوت اور غرور کا نام و نشان تک نہ تھا۔ مالی اعتبار سے کافی باعظمت تھے لیکن غریبوں کے لئے سراپا لطف و کرم تھے۔ عفو و درگزر کے بادشاہ تھے لیکن فریب کار رہنماؤں کے بدترین دشمن تھے۔ آپ نے ذاتی دشمنوں سے کبھی انتقام نہیں لیا لیکن حق و صداقت کے دشمنوں کو کبھی معاف نہیں کیا۔ جرأت و بیباکی حد درجے موجود تھی، واقعات کے اظہار میں بڑے سے بڑے شخص کی پرواہ نہ کرتے تھے۔

نفاستِ ذوق خیام نہایت پاکیزہ طبیعت، لطیف مزاج اور نفاست پسند تھے۔ لباس اور وضع قطع میں خوبصورت اور نفاست کا بہت لحاظ رکھتے تھے۔ ان کا یہ معمول تھا کہ طلوعِ آفتاب سے دو گھنٹہ پہلے بستر سے اٹھتے اور حوائج ضروری سے فارغ ہو کر غسل کرتے، پھر لباس میں طرح طرح کی خوشبوئیں لگاتے اس کے بعد نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتے۔

رکھنے پڑھنے کی جگہ بھی بے حد صاف رکھتے تھے۔ اگر کوئی شخص ذرا بھی بے احتیاطی اختیار کرتا تو اسے فوراً مجلس سے باہر نکال دیتے تھے۔

بارگاہِ سلجوقی میں پذیرائی نظام الملک طوسی رح چونکہ حکومت سلجوقی کے صدر اعظم اور مختار کل تھے اور وہ عمر خیام کے بہترین دوست تھے۔ اس لئے عمر خیام اکثر "بابِ عالی" میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔

عظمۃ السلطان ملک شاہ سلجوقی (فرمانروائے اصفہان) خیام کا بہترین ہمدرد اور ان کے فضل و کمال کا معترف تھا، ۴۶۷ھ ہجری میں سلطان نے

بے حد کوشش کی خیام کو نائب صدر اعظم بنا دیا جائے لیکن انہوں نے اس خدمت کو قبول نہیں کیا۔ تاہم سلطان کی طرف سے ان کو بارہ سو روپے سالانہ وظیفہ ملتا تھا

فیاضی خیام قدرتی طور پر نہایت رحمدل اور فیاض تھے ان کی ایثار پسندی کا یہ عالم تھا کہ جب ان کے گھر اچھا کھانا پکتا تو سب سے پہلے غریب طالبعلم کو بھیجتے پھر خود کھاتے تھے۔ اسی طرح جب نیا کپڑا خریدتے تو دو چار تھان غریبوں کے لئے بھی خریدتے تھے۔ علاوہ ازیں ان کا یہ بھی معمول تھا کہ ہفتہ میں ایکدن اپنے تمام دوستوں کو ساتھ کھلاتے اور شریف اہل حاجت کو بلا سوال دیتے تھے۔

انداز استغنا انسان کے لئے سب سے بڑی آزمائش مال و دولت ہے لیکن خیام نے کبھی ان چیزوں کی پرواہ نہ کی۔ اور عزت نفس کے مقابلے میں ہمیشہ دنیاوی مال و متاع کو ٹھکرا دیا۔ ایک مرتبہ حاکم نیشاپور نے عمر خیام سے یہ درخواست کی کہ آپ میرے بچوں کو ادب کی کتابیں پڑھا دیجئے اور میں اس خدمت کے معاوضہ میں آپ کو دس ہزار روپے دوں گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ میرے مکان پر حاضر ہو کر بچوں کو پڑھائیں۔

خیام نے کہا۔ یہ علم کی انتہائی توہین ہے کہ میں آپ کے راحتکدے پر حاضر ہو کر فرض معلمی انجام دوں۔ اگر آپ میری خدمات سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ بچوں کو میرے مکان پر بھیجئے "تا کہ وہ بھی غریب طالب علموں کے ساتھ تعلیم حاصل کریں اور ان کے جذبہ نخوت کا خاتمہ ہو جائے۔

حاکم نے اس تجویز کو ناپسند کیا۔ اور خیام نے دس ہزار روپے کو نظر انداز کر دیا اسی موقع پر یہ رباعی لکھی گئی۔

جانم بفدائے آں کہ او اہل بود | سر در قدمش اگر نہم سہل بود
خواہی کہ بدانی بہ یقین دوزخ چیست | دوزخ بہ جہاں صحبت نا اہل بود

(ترجمہ) میری جان اس شخص پر قربان جاؤں کہ ایسے شخص کے قدموں پر اگر میں اپنا سر بھی رکھدوں تو یہ آسان ہے۔ تو اگر یقین کے ساتھ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ دوزخ کیا چیز ہے تو میں تجھے آگاہ کرتا ہوں کہ دنیا میں دوزخ نااہل کی صحبت ہے۔

کلام خیام کی قدر خیام کی وفات کو آٹھ برس کا زمانہ ہو گیا لیکن ابتک اسکا بلند پایہ کلام مشرقی و مغربی تعلیم یافتہ حضرات کے دلوں پر اپنی شوکت وعظمت کا سکہ اسطرح بٹھائے ہوئے ہے۔ جس طرح کہ نامور ادبا و فضلا کسی شہنشاہ سخن کی بارگاہ میں اپنی ارادت وعقیدت کا نذرانہ گزارنا عین سعادت سمجھتے ہیں۔ خیام مرگیا۔ اور آٹھ سو منزلیں گذر چکیں۔ مگر اس کا گرانقدر کلام ابھی زندہ ہے۔ دنیا میں جسقدر روشن دماغ اور بلند افراد کی کثرت ہوتی جارہی ہے کلام خیام کے اسرار و معارف کے سمجھنے والے اسیقدر بڑھتے جارہے ہیں۔

نامور مسودے رباعیات عمر خیام کے اصل مسودے اس قدر نایاب ہیں کہ ڈھونڈے سے نہیں ملتے۔ امرار و رؤسا تو درکنار بڑی بڑی سلطنتیں ہاتھ پھیلائے بیٹھی ہیں، چنانچہ انڈیا ہاؤس لندن میں رباعیات عمر خیام کا کوئی مسودہ نہیں۔

پیرس کے کتب خانہ شاہی میں بھی کوئی نسخہ موجود نہیں۔ البتہ انگلستان میں صرف ایک نسخہ ہے جو ۱۴۶۰ء میں بمقام شیراز دستیاب ہوا تھا۔ کلکتہ کی ایشیاٹک سوسائٹی کے کتبخانہ میں خیام کی صرف ۵۰۷ رباعیات ہیں مگر یہ بھی نامکمل اور ناقص بتائی جاتی ہیں پروفیسر سی۔ آر۔ گوونڈے ایران کے ایک مشہور سوداگر کے پاس خیام کی ۱۵ قلمی رباعیاں دیکھی تھیں۔ جن کو اس نے سنہری چوکھٹے میں نہایت محفوظ طریقے سے چھپا کر رکھا تھا۔

خیام کی قبر خیام کا شاگرد خواجہ نظامی سمرقندی اپنے استاد کی اعلیٰ ترین شخصیت اور علم وفضل کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک جگہ بیان کرتے ہیں۔ "مجھے ایک روز ایک خوشنما و دلفریب باغ میں اپنے استاد عمر خیام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا دوران

گفتگو میں عمر خیام نے ارشاد فرمایا۔ کہ میری قبر ایسی جگہ ہوگی جہاں شمال کی ہوا مجھ پر گلاب کے پھول بکھیر کر گی ایک زمانہ کے بعد جب مجھے پھر نیشاپور جانیکا اتفاق ہوا۔ تو یہ دیکھکر حیران رہگیا۔ کہ استاد کا مزار جو باغ کی دیوار کے ساتھ بیرونی جانب واقع ہے ثمر دار درختوں کی ٹہنیاں جھکی ہوئی ہیں ہوا چل رہی ہے اور دو گلاب کے سُرخ پھول جو ٹہنی سے ٹوٹکر مزار پر گر پڑے تھے ہوا سے ہل رہے ہیں۔ میں نے ایک آہ سرد بھری اور دل میں کہا۔ کہ خیام بلاشبہ مقگو تھا"

غریب نوازی

خیام کو غریبوں سے بے انتہا محبت تھی۔ اور انکیلئے سراپا لطف و کرم تھے۔ ان کے پاس دو غریب ملازم تھے جنکو وہ اپنے ساتھ کھانا کھلاتے تھے۔ انکا یہ معمول تھا کہ سردی کے موسم میں اکثر رات کو اٹھکر اپنے آپ پانی گرم کر لیتے۔ ایک مرتبہ انکے ایک دوست نے کہا۔ اگر آپ کسی خادم کو ہدایت کردیں تو وہ روزانہ پانی گرم کر سکتا ہے۔ خیام نے کہا نہیں رات انکے آرام کیلئے ہے انکے پہلو میں بھی ایک ایسا دل ہے جو اچھے سلوک سے خوش ہوتا ہے۔ اور جو بُرے سلوک سے ناخوش ہوتا ہے پس میں انکی راحت کو برباد کرنا نہیں چاہتا۔ ایک دوسرا واقعہ کتاب الوصایا میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ ایک یمنی مسافر خیام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے کہا۔ میں بھی آج سے چند روز پہلے ایک آسودہ حال شخص تھا۔ لیکن افسوس۔ آج میں ایک ایک پیسے کے لئے محتاج ہوں مجھ پر ایک یہودی کا چار سو روپیہ قرض ہے۔ جسے میں کسی طرح بھی ادا نہیں کر سکتا خیام نے اس یہودی کو اپنے پاس بلایا، اور اس یمنی شخص کا قرض اپنے پاس سے ادا کر دیا۔ اسی طرح ان کا یہ بھی معمول تھا۔ کہ اگر کسی شخص کے متعلق ان کو یہ معلوم ہوتا کہ وہ بیمار ہے اور کوئی اس کا نگران نہیں ہے تو وہ خود اس کی تیمارداری کے لئے پہنچ جاتے اور اپنے گھر سے اس کے لئے کھانا بھیجتے تھے؂

خیامؔ کے تعلقات امراء و سلاطین سے

تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی میں لکھا ہے کہ عمر خیام کے تعلقات سلطان سلجوقی کے علاوہ رئیس انطاکیہ، رئیس مدائن، اور امرائے شام سے بھی غیر معمولی تھے۔ اور یہ امراء

حکیم موصوف کا بے حد احترام کرتے تھے۔ علامہ ابن اثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

۴۷۵ھ ہجری میں عمر خیام امرائے عراق و شام کے سرتاج اور مشیر اعظم تھے، ہر کام ان کے مشورے سے پایۂ تکمیل کو پہونچتا تھا۔ اور ان ممالک میں ان سے بڑھکر کوئی شخص عظیم المرتبت نہ سمجھا جاتا تھا۔

علامہ ابن عاصم تاریخ الامرار میں لکھتے ہیں۔

عہد ملک شاہی میں عمر خیام علم و حکمت کے شہنشاہ تھے کوئی شخص ان سے بڑھکر عظیم المرتبت نہ تھا، امرائے عراق و شام ان کے فضل و کمال کے معترف تھے اور امور مملکت میں انکو اس قدر مداخلت تھی کہ وزراء کے احکام بھی ان کی رائے لینے کے بعد نافذ ہوتے تھے خیام اگرچہ بے حد سادہ طبیعت، اور انکسار پسند تھے لیکن پھر بھی کسی امیر کبیر اور رئیس اعظم کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ بے تکلف ہو کر ان کے سامنے غیر مہذب انداز بیان اختیار کر سکے

(تاریخ الامرار جلد اول صفحہ ۲۲۷)

تمول

۴۷۲ھ ہجری میں خیام کی سالانہ آمدنی چوبیس ہزار روپے تھی، مگر کبھی ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی کیونکہ سال گذرنے سے پہلے وہ اپنی کل آمدنی غریب نوازی میں صرف کردیتے تھے۔ اور ۴۸۶ھ ہجری میں ان کی سالانہ آمدنی تیس ہزار سے بھی زائد تھی لیکن اس کثیر رقم کو بھی وہ غریبوں کی امداد اور بیواؤں کی دستگیری میں صرف کرتے تھے۔

(تاریخ الامرار صفحہ ۲۴۲)

حق پسندی

خیام کے صحیفۂ اعمال میں حق پسندی کا عنوان بھی نہایت جلی ہے جس بات کو وہ حق سمجھ لیتے پھر اس کے اظہار میں کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے۔

مورخ ابن عاصم لکھتے ہیں ۱۰ ربیع الاول ۴۸۱ھ کو ابوجعفر سعد

والیٔ بصرہ نے عمر خیام کو طلب کیا۔ ابو جعفر بے حد ظالم اور استبداد پسند تھا۔ اس نے ایک رسمی گفتگو کے بعد خیام سے کہا آپ مجھے کوئی اچھی بات سنائیے۔ خیام کو یہ الفاظ سنکر اس بات کا موقع حاصل ہوا کہ ابو جعفر کو اس کے ظلم و جور پر متنبہ کریں انہوں نے یہ حدیث انتخاب کر کے سنائی۔

قیامت کے دن خدائے قدوس کا محبوب ترین بندہ وہ انصاف پسند بادشاہ ہوگا جو ہر معاملے میں انصاف کو سامنے رکھتا ہے۔ اور بدترین مجرم وہ ہوگا جو غریبوں پر ظلم کرتا ہے۔ اور جو نفسانی خواہشات کا غلام ہو۔

ابو جعفر جیسے ظالم کے سامنے یہ جرأت کوئی معمولی بات نہ تھی خود عمر خیام لکھتے ہیں۔

ابو جعفر کی قہر آلود نگاہ دیکھکر مجھے اپنے قتل کا یقین ہوگیا تھا لیکن الحمد للہ میرے دل پر اس کے قہر و جلال کا بالکل اثر نہیں ہوا۔

(تاریخ الامرا صفحہ ۲۴۲)

خیام کے متعلق اُن کے ہمعصر ادیبوں کے محسوسات

ذو بیب بن اسلم جو سلطان الپ ارسلان کے معتمد خاص اور ایک زبردست فلسفی تھے۔ اپنی مشہور تصنیف روح المعانی میں لکھتے ہیں۔ سب سے پہلے میں نے عمر خیام کو سنہ ۴۴۳ ہجری میں حضرت امام موفق رحمہ کے حلقۂ درس میں دیکھا ہے۔ پھر سنہ ۴۶۵ ہجری میں آخری ملاقات ہوئی۔ یہ شخص بجید ذہین تیز طبیعت۔ اور ایک بے پناہ مفکر تھا۔ قدرت نے اسے فکر بلیغ، طبع سلیم، ذہن رسا اور عقل نکتہ سنج عطا فرمائی تھی۔ میں اکثر یہ خیال کرتا تھا کہ یہ شخص عنقریب لوگوں کا محسود بن جائے گا۔

(روح المعانی)

عبدالرحمن بن اُسد جو حضرت امام موفق کے بہترین شاگرد ہیں۔ اپنی مشہور تصنیف جامع المعارف میں لکھتے ہیں۔

خیام قدرتی طور پر نہایت ذہین اور ایک بے مثل مفکر تھا، قدرت نے اسے بے اندازہ خوبیاں عنایت فرمائی تھیں۔ اس کی تقریر نہایت سنجیدہ اور کثیر المعانی ہوتی تھی۔ ذہن رسا اور طبع سلیم کے لحاظ سے وہ اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ باایں ہمہ فضل و کمال اس کے مزاج میں نخوت اور غرور کا نام و نشان تک نہ تھا، اور وہ نہایت خلیق اور مہمان نواز تھا۔ (جامع المعارف)

سُہیل ابن عمر جو حکیم ابن سینا کے مایۂ ناز شاگرد اور مملکت سلجوقی کے ناظم مالیات تھے اپنی مشہور کتاب المیزان الاخلاق میں لکھتے ہیں۔

خیام باوجود ایک زبردست فلسفی اور ایک قابل مفکر ہونے کے بے انتہا سادہ مزاج، شیریں زبان اور بُرد بار تھا۔

میں نے اسے ہر لحاظ سے کامل پایا۔ اس کے مزاج میں نخوت اور غرور کا نام و نشان تک نہ تھا۔ جھوٹ سے اسے بے حد نفرت تھی۔ اور تدبر اور دور اندیشی میں بھی اس کا پایہ نہایت بلند تھا۔ (میزان الاخلاق)

حکم بن حارث جو جامع نیشا پور کے خطیب اور بے مثل محدث تھے اپنی کتاب الدرُّ المکنون میں لکھتے ہیں۔

ابوالفتح خیام اور میں ۴۳۰ھ ہجری میں ہم سبق تھے۔ اکثر ہم آپس میں مناظرہ بھی کیا کرتے تھے۔ خیام بے حد ذہین تھا۔ اس میں غیر معمولی ذکاوت کے آثار پائے جاتے تھے۔ ۴۳۶ھ تک ہم ایک ہی درسگاہ میں پڑھتے رہے۔ پھر میں بیت المقدس چلا گیا۔ ۴۶۵ھ میں جب میں نیشاپور آیا تو خیام آسمان عظمت پر مہر و ماہ بن کر چمک رہا تھا۔ اس کی فصاحت و بلاغت اور نکتہ سنجی مشہور ہو چکی تھی۔ امراء شام و فارس اس کی قابلیت کے معترف تھے۔ اور کسی امیر کی یہ مجال نہ تھی کہ اس کے سامنے بے تکلف ہو کر غیر سنجیدہ بات چیت کر سکتا۔ (الدرُّ المکنون)

خیام کی ادبی حیثیت

خیام کو قدرت نے غیر معمولی دل و دماغ عطا فرمایا تھا اس کی طبع سلیم اور فکر بلیغ بے مثل تھی۔ ان ہی کمالات نے اسے آسمانِ عظمت کا آفتاب بنا دیا تھا۔

اس کے کلام کی شیرینی، انداز بیان کی ندرت، اور الفاظ کی بندش اس بلا کی تھی کہ سننے والے حیرت کرتے تھے۔

اس کے محاسنِ کلام کو سامنے رکھکر علاّمہ ابن عاصم اپنی کتاب تاریخ الامراء میں لکھتے ہیں:۔

جذبات کی دلکش تصویر، ندرت کی شگفتگی، اور جدت کی شادابی جیسی خیام کے کلام میں نظر آتی ہے۔ کسی مشرقی شاعر کے کلام میں نہیں ہے۔ خیام ایک سحر طراز خطیب، ایک مصوّر جذبات، اور ایک نقاش فطرت ہے۔ وہ تاثرات و محسوسات کی ایک روح پرور تصویر کھینچکر رکھدیتا ہے۔ اور اس کے اشعار میں حسن بندش، ترکیب الفاظ، اور انداز بیان کی پختگی کے ساتھ ہی جو برجستگی نظر آتی ہے اس کی نظیر تلاش سے بھی دستیاب نہیں ہو سکتی اور یہی وہ امتیازی خصوصیت ہے جس نے اُسے اُس کے معاصرین میں بلند کر دیا تھا۔

دامنِ تقدّس کی دھجیاں

خیام پر ایک سنگین الزام یہ ہے کہ وہ داعیان معرفت کا سخت مخالف ہے۔ اور مذہبی ہدایات کو "افسانۂ محفل" سمجھتا ہے۔ اس بیان کے ثبوت میں اس کی چند رباعیات پیش کی جاتی ہیں جس میں اس نے "جرأت رندانہ" کا مظاہرہ کیا ہے۔

اس الزام کی تردید کرتے ہوئے۔ علاّمہ عبدالرحمٰن بن اسید اپنی مشہور تصنیف جامع المعارف میں لکھتے ہیں۔

خیام کی نسبت یہ کہنا غلط ہے کہ وہ داعیان معرفت کا مخالف ہے۔ اصل حقیقت

یہ ہے کہ وہ کسی خاص وضع قطع کو اسلام تسلیم نہیں کرتا بلکہ اس کے ایمان و اعتقاد کی روشنی میں اسلام نام ہے صرف خدائے قدّوس کی آواز پر لبیک کہنے اور اس کی رضا و منشا کے آگے جھک جانے کا۔ اور اس کا دعویٰ یہ ہے کہ سچا مسلمان صرف وہ ہے جو ظاہراً اور باطناً اپنے مالک پر بھروسہ رکھتا ہے اور اس کی ایک امتیازی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں دنیا کے تمام رشتوں کو ٹھکرا دیتا ہے اور روئے زمین کی حکومت کو بھی ہیچ سمجھتا ہے۔ اگر یہ صفات کسی شخص میں موجود نہیں ہیں تو وہ اسے دائمی روحانیت تسلیم نہیں کرتا۔ بلکہ اسے فریب کار اور زہد فروش کہتا ہے۔ اب رہا اس کے لامذہب ہونے کا معاملہ اس کی تردید اسی رباعی سے ہوتی ہے۔

بکشائے درے کہ درکشایندہ توئی بنمائے رہے کہ رہ نمایندہ توئی
من دست بہ ہیچ دستگیرے ندہم کایشاں ہمہ فانی اند و پایندہ توئی

(ترجمہ) پروردگار! تو ہی میرے لئے باب ہدایت کھول دے کیونکہ دروازوں کا کھولنے والا تو ہی ہے۔ اور مجھے راہ ہدایت دکھا کیونکہ راہ دکھانیوالا تو ہی ہے۔ تیرے سوا کسی دوسرے کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ وہ سب فانی ہیں۔ اور بقا صرف تیرے لئے ہے ✦

خیّام اور یورپ

ایک فاضل مفکر اور ایک زبردست فلسفی کی حیثیت سے عمر خیّام ۱۲۴۷ عیسوی سے یورپ میں انتہا مشہور ہے لیکن ایک سحر طراز ادیب اور ایک سحر البیان شاعر کی حیثیت سے اس کا اوّلین تعارف ۱۶۴۸ء عیسوی میں ہوا۔

اس تعارف کی دلچسپ داستان یہ ہے کہ آخر ۱۶۴۸ء عیسوی میں ای ایچ ۔ مارش (ایک بہترین یورپین ادیب) نے نیشاپور۔ طہران۔ دمشق اور بغداد کا دلچسپ سفر اختیار کیا۔ اس سفر میں اسے خیّام کی اَسّی رباعیاں دستیاب ہوئیں

جنھیں اس نے اعلیٰ اہتمام اور سلیس ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ان رباعیوں کی اشاعت کے بعد خیام کی شخصیت اہل یورپ کے لئے مرکز التفات بن گئی۔

۱۸۹۶ء عیسوی میں مشہور ادیب طامس آسٹن نے لندن میں خیام لٹریری سوسائٹی قائم کی جس کا اولین مقصد یہ تھا کہ خیام کی رُوح پرور رباعیات جمع کی جائیں اور ان کو بہترین اہتمام کے ساتھ شائع کیا جائے۔ یہ تحریک سو فیصدی کامیاب ہوئی اور ۱۸۲۵ء میں رُباعیات عمر خیام کے متعدد مجموعے شائع ہوئے جن میں ولفرڈ ہاکسن کا ترجمہ سب سے بہتر تسلیم کیا گیا۔ ۱۸۴۶ء عیسوی میں فٹنر جیرالڈ نے ایک نہایت سلیس اور عام فہم ترجمہ شائع کیا۔ یہ ترجمہ بے حد مقبول ہوا۔ اور یورپ کے ہر گوشہ میں اس کی کاپیاں ردا ہو گئیں۔

۱۸۷۴ء عیسوی میں سر رچرڈ میرس نے رُباعیات عمر خیام کا ایک مصوّر ایڈیشن شائع کیا جو بے انتہا پسند کیا گیا۔

اسی سنہ میں رُباعیات خیام کے فرانسیسی، جرمنی، اور اسپینی زبانوں میں بھی تراجم شائع ہوئے جو بے حد پسند کئے گئے۔ ۱۹۱۱ء عیسوی میں سر ایڈورڈ جوزف نے رُباعیات خیام کو نہایت دلکش، دل نواز اور رُوح پرور انداز میں شائع کیا ۱۹۲۳ء میں سر ہربرٹ وارڈن نے بہترین اہتمام کے ساتھ نہایت کامیاب مصوّر ایڈیشن پیش کیا جسے خاص اور عوام نے بے حد پسند کیا ان تفصیلات سے یہ ظاہر ہے کہ یورپ میں خیام کی شاعری بے حد مقبول ہے اور وہ یورپ کے آسمان عظمت پر مہر و ماہ بنکر چمک رہا ہے ✣

———(※)———

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آمد سحرے ندا از میخانۂ ما — کاے رندِ خراباتی دیوانۂ ما

برخیز کہ پر کنیم پیمانہ ز مے — زاں پیش کہ پر کنند پیمانۂ ما

ایک سحر کو جبکہ دنیا خواب راحت سے ہم آغوش تھی لیکن قدرت کے رازہائے سربستہ کی موشگافیاں کرنے والا انسان اسرار کائنات کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ میخانہ سے آواز آئی کہ اے دیوانے خراباتی اٹھ اور فرصت کو غنیمت سمجھ۔ اس سے پہلے کہ موت کی بیہوشی چھا جائے۔ شراب کے پیالے بھر اور غم و فکر سے آزاد ہو جا۔

(۲)

مے قوتِ جسم و قوتِ جانست مرا — مے کاشفِ اسرارِ نہانست مرا

دیگر طلبِ دنیا و عقبیٰ نکنم — یک جرعہ پر از ہر دو جہانست مرا

سنو! تمہارا جو جی چاہے سمجھو مگر میرے لئے تو شراب دل و دماغ کو روشن کرنیوالی اور قدرت کے راز ہائے سربستہ کھولنے والی چیز ہے اور جب دونوں جہان کی حقیقت مجھ پر کھل گئی تو ظاہر ہے کہ اس کا ایک گھونٹ مجھکو دنیا و عقبیٰ سے مستغنی کر دیتا ہے

(۳)

روزے کہ بدست برنہم جام شراب — وز غایتِ خرمی شوم مست خراب

صد معجزہ پیدا کنم اندر ہر باب — زیں طبع چو آتش و سخنہاے چو آب

یہی تو وجہ ہے کہ جس وقت جام شراب پی کر میری طبیعت خوشی سے کھل جاتی ہے تو اس وقت میں اپنی آتش بار طبیعت سے حکمت کی ایسی ایسی باتیں بیان کرتا ہوں جو تمہارے لئے معجزے سے کم نہیں ہوتیں۔

(۴)

یک جرعۂ مے ز ملکِ کاؤس بہ است — وز تختِ قباد و مملکتِ طوس بہ است

ہر نالہ کہ رندے بسحرگاہ زند — از طاعتِ زاہدانِ سالوس بہ است

ہاں اور زاہد ظاہر بیں تو کیا جانے میں تو اس شراب کے ایک گھونٹ کے مقابلے میں تخت قباد اور ملک کیکاؤس کی بھی کچھ حقیقت نہیں سمجھتا ہوں اور یہ اس لئے کہ ایک رند خراباتی جس وقت اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو کر سحر کو اپنے مالک حقیقی کے سامنے شرم و ندامت میں ڈوبا ہوا نعرہ مارتا ہے۔ تو اس کا یہ دل سے نکلا ہوا نعرہ مکار عبادت گزاروں کی ظاہری عبادت سے بہت زیادہ قابل قبولیت ہوتا ہے۔

(۵)

ما و مے و معشوق دریں کنج خراب ۔۔۔ جان و دل و جام و جامہ در رہن شراب
فارغ ز امید راحت و بیم عذاب ۔۔۔ آزاد ز خاک و باد و ز آتش و آب

اس لئے میری رائے تو یہ ہے کہ اس فانی دنیا میں رحمت و عذاب کی امید و بیم اور عناصر کے جھگڑوں سے آزاد رہ کر جان و دل کپڑے اور پیالہ تک رہن کر دو اور بس میں ہوں شراب اور محبوب۔

(۶)

چوں ہشیارم ز من طرب پنہان است ۔۔۔ چوں مست شوم در خردم نقصان است
حالیست میانِ مستی و ہشیاری ۔۔۔ من بندۂ آں کہ زندگانی آن است

کیونکہ جب میں ہوش میں ہوتا ہوں تو خوشی ندارد ہو جاتی ہے اور جب مست ہو جاتا ہوں تو عقل کھو بیٹھتا ہوں البتہ مستی و ہوشیاری کے درمیان جو ایک بیخودی کی کیفیت ہے۔ مجھ کو تو وہ پسند ہے اور حقیقت میں زندگی نام ہی اس کا ہے۔

(غالب) مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیئے

(۷)

چنداں بخورم شراب کیں بوئے شراب ۔۔۔ آید ز تراب چوں روم زیر تراب

تا بر سرِ خاکِ من رسد مخمورے ‌ ‌ ‌ از بوئے ترابِ من شود مست وخراب

پس۔ میری تو یہ آرزو ہے کہ میں شراب حقیقت اتنی پیوں کہ میرے قبر کی مٹی سے اسرار حقیقت کے ذرے چمکنے لگیں اور اگر کوئی جویائے حقیقت میری قبر پر آئے تو میری قبر کی مٹی سے استفادہ کرے ؂

(۸)

گر مے نخوری طعنہ مزن مستاں را ‌ ‌ ‌ گر دست دہد توبہ کنم یزداں را

تو فخر بدیں کنی کہ من مے نخورم ‌ ‌ ‌ صد کار کنی کہ مے غلام است آں را

اس لئے اپنی شراب نوشی کی حقیقت بیان کرنے کے بعد میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ صرف اس وجہ سے کہ تم شراب نہیں پیتے ہو شراب پینے والے پر لعن وطعن نہ کرو۔ میرے نزدیک یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے کیونکہ صرف ایک شراب نہیں پیتے ہو تو کیا سینکڑوں ایسے گناہوں کے مرتکب ہوتے ہو کہ شراب کے گناہ کی ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور اگر شراب پینا تمہارے خیال میں گناہ ہے تو اپنے خدا کے سامنے اقرار جرم کرکے توبہ کرلوں گا ؂

(۹)

من مے خورم و مخالفاں از چپ و راست ‌ ‌ ‌ گویند مخور بادہ کہ دیں را اعداست

چوں دانستم کہ مے عدوئے دین است ‌ ‌ ‌ واللہ بخورم خونِ عدو را کہ رواست

ارے تم کیسے ناداں اور ناسمجھ ہو ذرا سوچو تو میں شراب پیتا ہوں تو ہر طرف سے لوگ کہتے ہیں کہ شراب دین کی دشمن ہے۔ اس کو نہ پی جب شراب دین کی دشمن ٹھیری تو پھر اس دشمن کا خون پیتا ہوں تو کیا برا ہے ؂

(۱۰)

مے خوردن و شاد بودن آئینِ من است ‌ ‌ ‌ فارغ بودن ز کفر و دیں دینِ من است

گفتم بعروسِ دہر کابینِ تو چیست گفتا دلِ خرّم تو کابین من است

بہر حال تم کچھ بھی کہو۔ شراب پینا اور خوش رہنا میرا آئین ہے رہا مذہب تو کفر و اسلام سے فارغ رہنا ہی میرا مذہب ہے۔ چنانچہ میں نے جب غور کیا کہ اس دنیائے چند روزہ میں رہنے کا بہترین اسلوب کیا ہے تو معلوم ہوا کہ حیات چند روزہ کو خوشی و خرمی سے کاٹ دینا ہی صحیح طریقہ ہے ؛

(۱۱)

مے خوردن من نہ از برائے طرب است نے بہرِ فساد و ترکِ دین و ادب است
خواہم کہ ز بیخودی برآرم نفسے ؛ مے خوردن و مست بودنم زین سبب است

میں پھر کہتا ہوں کہ میں شراب فتنۂ و فساد پھیلانے کے لئے نہیں پیتا ہوں نہ اس سے مقصود قانون الٰہی کو توڑنا ہے۔ آخر اور بھی تو بہت سے بد تر سے بد تر گناہ دنیا میں کئے جاتے ہیں جو امن شکن اور اخلاق سوز ہوتے ہیں اور اگر حقیقت پر نظر کی جائے تو شراب کا پینا اس کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے تو میں تو شراب صرف اس لئے پیتا ہوں کہ میرے نفس پر ایک بیخودی طاری رہے۔ اور اخلاقی شرارتوں سے بچا رہوں ؛

(۱۲)

مے خور کہ مدام راحتِ روحِ تو اوست آسائشِ جان و دلِ مجروحِ تو اوست
طوفانِ غم ار در آمد از پیش و پست در بادہ گریز کشتی نوحِ تو اوست

شراب پینے کا فلسفہ بیان کرنے بعد خیام کہتا ہے کہ شراب پی شراب اس کے پینے میں روح کے لئے راحت اور مجروح دل کے لئے تسکین ہے جب ہر طرف سے دنیاوی افکار و آلام کا طوفان بپا ہو تو اس وقت شراب ہی بپکر طوفان حوادث سے نجات مل سکتی ہے۔ اس لئے تیرے لئے شراب طوفان نوح کے لئے کشتی کی طرح ہے ؛

(۱۳)

مے نوش کہ عمرِ جاودانی این است | خود خاصیتِ دورِ جوانی این است
ہنگامِ گل و مل است و یاران سرمست | خوش باش دمے کہ زندگانی این است

کہتا ہے کہ اگر عمرِ جاودانی چاہتے ہو تو شرابِ معرفت پیو کیونکہ یہ جوانی کا دور پھر واپس نہیں آتا ہے۔ جب اعضاء مضمحل اور کمزور ہو گئے تو پھر یادِ الٰہی میں بھی سستی اور تساہل واقع ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس موسم بہار اور یاران سرمست یعنی اہل دل اور اربابِ باطن کی صحبت کو غنیمت جان اور حیات مستعار کے یہ چند لمحے ہنسی خوشی گزار دے اور اسی کا نام زندگانی ہے ❊

(۱۴)

گویند کہ در بہشت حورِ عیں خواہد بود | وآنجا مےِ ناب و انگبیں خواہد بود
گر ما مے و معشوق پرستیم رواست | چوں عاقبتِ کار چنیں خواہد بود

ہاں تم یہ بھی کہتے جاتے ہو کہ بہشت میں حوریں بھی ہوں گی شراب اور شہد بھی ہوگا۔ پھر اگر میں شراب پیتا ہوں اور محبوب کی پرستش کرتا ہوں تو انصاف کرو کہ آخر اس میں کیا حرج ہے۔ آخر انجام کار یہی تو ہونا ہے ❊

(۱۵)

یک ہفتہ شراب خوردہ باشی پیوست | ہاں تا نہ دہی تو روزِ آدینہ ز دست
در مذہبِ ما شنبہ و آدینہ یکیست | جبار پرست باش نے روز پرست

ہاں دیکھنا جب روزانہ شراب پینا ہی شغل ٹھیرا تو ایسا نہ ہو کہ جمعہ کے دن کو متبرک سمجھکر اس دن شراب نہ پیو کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم خدا پرست نہیں ہو بلکہ دونوں کی پرستش کرنیوالے ہو دن تو اسی کے بنائے ہوئے ہیں پھر مخلوق کی پرستش کیوں کرو خالق کی پرستش کرو ❊

(۱۶)

درفصلِ بہار اگر بتِ حور سرشت | پُر مے قدحے دہد مرا برلب کشت
گرچہ بر ہر کس ایں سخن باشد زشت | سگ بہ ز من اگر دگر برم نام بہشت

آہ تم میری حالت کو کیا جانو میں تو کہتا ہوں کہ بہار کے موسم میں اگر کوئی محبوب مجھ کو کسی سبزہ زار کے کنارے شراب کا ایک پیالہ بھر کر دیدے تو اگرچہ تم کو برا لگے گا لیکن میں تو اپنے کو کتّے سے بدتر سمجھوں گا اگر پھر بہشت کا نام بھی لوں سچ ہے شراب معرفت کا ایک پیالہ پینے کے بعد جس کے پینے سے مطلوب حقیقی کا دیدار میسّر ہو جائے پھر تو واقعی بہشت کی تمنا کرنا کتّوں ہی کا کام ہے۔

(۱۷)

امروز کہ نوبت جوانی من است | مے نوشم ازاں کہ کامرانی من است
عیبش مکنید اگرچہ تلخ است خوش است | تلخ است ازاں کہ زندگانی من است

آج جبکہ میں جوان ہوں دل میں جوش اور طبیعت میں اُمنگ ہے شراب معرفت کیوں نہ پیوں کیونکہ یہی کامرانی کا وقت ہے۔ تم شراب کی تلخی کو نہ دیکھو مجھے تو یہ تلخ ہی عزیز ہے جو لوگ ظاہری حالت پر نظر رکھتے ہیں خیام ان سے کہتا ہے کہ تم میری ظاہری حالت کو جو تمہیں بظاہر تلخ معلوم ہوتی ہے نہ دیکھو کیونکہ دنیا کی زندگی تو سخت اور تلخ ہے ہی جو لوگ اس فانی زندگی کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ وہ یہاں کی سختیوں اور تلخیوں کی پرواہ نہیں کرتے ہیں۔

(۱۸)

در دہر مرا شراب و شاہد ہوس است | نہ چشم و دلم منتظر پیش و پس است
در دل نہ ز ہشیاری و مستی خبرے | مقصودِ من از ہر دو جہاں یک نفس است

جو لوگ رات دن دنیا کی زرق برق و لق لق میں مبتلا ہیں ان کو مخاطب کر کے

کہتا ہے کہ میری دنیا تو صرف یہ ہے کہ شراب معرفت کے خم کے خم ہوں اور شاہد حقیقی کی یاد۔ نہ میرے دل کو اس دنیاوی ہشیاری سے کچھ واسطہ ہے اور نہ میرا دل گزشتہ اور آئندہ واقعات کا جویاں ہے۔ میرا مقصد تو صرف یہ ہے کہ دونوں جہان کے حالات سے کامل بے خبر رہکر شاہد حقیقی کے خیال میں زندگی گزار دوں۔

۱۹

با بادہ نشیں کہ ملکِ محمود این است ۔ وز چنگ شنو کہ لحن داؤد این است
از آمدہ و رفتہ دگر یاد مکن ۔ حالا خوش باش زانکہ مقصود این است

پس میری رائے تو یہ ہے کہ شراب معرفت پیو کیونکہ ملک محمود کی بادشاہت یہی ہے اور معرفت الٰہی کے گیت سنو کہ لحن داؤدی یہی ہے اور اس کے بعد جو کچھ ہو چکا یا جو کچھ ہونیوالا ہے اس کی فکر نہ کرو کیونکہ یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ تمہارا مقصود تو صرف یہ ہونا چاہیئے کہ جو وقت تم پر آئے اس کو ہنسی خوشی گزار دو۔ ماضی اور مستقبل کو چھوڑ کر حال پر غور و تدبر کرو۔

(۲۰)

گویند مرا کہ مے پرستم ہستم ۔ گویند مرا عارف و مستم ہستم
در ظاہرِ من نگاہ بسیار مکن ۔ کاندر باطن چنانکہ ہستم ہستم

کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو مجھکو شرابی کہتے ہیں کچھ مجھکو بادہ عرفان کا متوالا سمجھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ میں کیسا ہی ہوں کسی کو کیا مجھکو تعجب ہے کہ لوگ میرے ظاہر کو دیکھکر کیوں میرے متعلق کوئی رائے قائم کر لیتے ہیں کیونکہ میں جیسا ہوں خود ہی خوب سمجھتا ہوں۔

مومن بخیال خویش مستم داند ۔ کافر بگمان خدا پرستم داند
مردم ز غلط فہمی مردم مردم ۔ اے کاش مرا ہر انچہ ہستم داند

(۲۱)

پیرے دیدم بخانۂ خمارے گفتم ندہی ز رفتگاں اخبارے
گفتا مے خور کہ ہمچو من بسیارے رفتند و کسے باز نیامد بارے

دنیا کی ہر چیز کو نظر غور سے دیکھنے والا فلاسفر آزاد منش خیام کہتا ہے کہ ایک دن میں نے میخانہ کے دروازہ پر ایک بوڑھے آدمی کو بیٹھے دیکھا میں نے اس سے پوچھا کہ اجی حضرت کچھ دنیا سے جانے والوں کا حال تو بتلائیے کہ وہ کہاں گئے اور ان پر کیا گزری گفتا بڑے میاں بولے کہ آخر تم کو اس پوچھنے سے کیا حاصل تم اس راز سربستہ کو کیوں کھولنے کی کوشش کرتے ہو تم تو بس شراب پیو کیونکہ اس دنیا سے تو بے تعداد آدمی میری طرح بوڑھے ہو ہو کر چلے گئے اور آج تک کوئی لوٹ کر نہیں آیا۔

عدم سے آئی نہ یاران رفتگاں کی خبر خبر نہیں وہ کہاں جاکے قافلہ ٹھیرا

بحر معرفت کا شناور بادۂ حقیقت کا متوالا خیام جب ظاہری احوال پر نظر رکھنے والے انسانوں کو شراب اور اس کی حقیقت سے آگاہ کر چکا تو اب کہتا ہے کہ

(۲۲)

ساقی قدحے کہ کارساز است خدا در رحمت خود بندہ نواز است خدا
مے خور بہ بہار و بار طاعت مفروش کز طاعت خلق بے نیاز است خدا

ہاں تو بھر لے ساقی لا شراب کا ایک پیالہ بھر کر دیدے ایسے پر لطف موسم بہار میں شراب پی اور پلا کیونکہ مجھ کو تو اپنے خالق و معبود کی رحمت اور اسکی بندہ نوازی پر کامل بھروسہ ہے کیا یہ کوئی اچھی چیز ہے کہ ریا کاری اور دکھاوے کی عبادتوں کے پشتارہ باندھ کر ہم خدا کے حضور میں لیجائیں اور اس سے جنت کی آرزو کریں خدا تو تمام مخلوق کی عبادت سے بے نیاز ہے اسکی

عبادت وبندگی اگر جنت اور حوروں کے لالچ سے کی تو کس کام کی ؂

(۲۳)

دَر راہِ نیاز ہر دلے را دریاب
در کوئے حضور مقبلے را دریاب
صد کعبۂ آب و گل بہ یک دل نرسد
کعبہ چہ روی بَرو دلے را دریاب

انسانیت کے شرف و مجد کا ماہر خیامؔ خوب جانتا ہے کہ خدا کے نزدیک کسی انسان کے دل دکھانے کا گناہ کتنا بڑا ہے اس لئے کہتا ہے کہ عجز و نیاز میں جو لطف ہے وہ ناز میں نہیں ہے خدا کے حضور میں عجز و نیاز کے ساتھ حاضر ہونیکا جو طریقہ ہے یہی بہت اچھا راستہ ہے اور اسی راستہ پر چلنے والے اس کے مقبول بندے ہیں ان مقبول بندوں کو ڈھونڈھ اور ان کی خدمت کر یہ مٹی اور پانی سے جو کعبہ بنالیا ہے اگر ایسے ایسے سو کعبہ بناکر تو ظاہری طور پر ان کا حج بھی کرے تو کوئی نتیجہ نہیں جبتک کہ کسی صاحب باطن اور صاحب دل کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے باطن کو صاف نہ کرے ؂

(۲۴)

برخیز و بیا بنا برائے دلِ ما
حل کن بجمال خویشتن مشکل ما
یک کوزہ مے بیار تا نوش کنیم
زاں پیش کہ کوزہ کنند از گلِ ما

تو پھر اے محبوب میرا دل نہ توڑ میرے پاس آکر اپنے پرتو جمال سے میرے خانۂ دل کو جگمگا دے تیرے حسن و جمال کی ایک جھلک میں میری تمام دنیاری مصیبتیں اور مشکلیں ختم ہو جائیں گی۔ ہاں ہاں اٹھ اور شراب کا ایک چھلکتا ہوا ساغر دیدے کیونکہ موت سر پر کھڑی ہے جو کچھ کر سکتے ہوں کرلیں اور اس سے قبل کہ کمہار ہماری مٹی سے کوزہ تیار کرے یعنی ہم ایک بے جان چیز ہوجائیں آج جبکہ سب کچھ کرسکتے ہیں۔ کیوں نہ کرلیں ؂

(۲۵)

(۲۵)

ساقی مے معرفت مرا کرمت است | در مشرب بے معرفتاں معصیت است
بے معرفت آدمی چہ کار آید ہیچ | مقصود ز آدمی ہمیں معرفت است

عارف باللہ خیام کہتا ہے اور خوب کہتا ہے کہ اے ساقی (یعنی اے خدا) تیری معرفت کی شراب جو مجھ کو حاصل ہے میرے لئے تو بزرگی ہے اور جو لوگ تیری معرفت سے بے بہرہ ہیں ان کے لئے گناہ ہے کیونکہ میں جب شراب معرفت کا چھلکتا ہوا ساغر پیکر معرفت و حقیقت کے راز کھولتا ہوں تو لوگ اس کو گناہ کہتے ہیں ہائے افسوس وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ آدمی ہیں اگر تیری معرفت نہ ہو تو وہ کس کام کا کالانعام بل ھم اضل آدمی ہے ہی وہ جس کو تیری معرفت حاصل ہو اور جس کو تیری معرفت حاصل نہ ہو تو وہ جانور سے بدتر ہے ؞

(۲۶)

ساقی قدحے کہ ہست عالم ظلمات | جز روئے تو نیست در جہاں آب حیات
از جان و جہان و ہرچہ در عالم ہست | مقصود توئی و بر محمد صلوٰۃ

صوفی با صفا جام الست کا متوالا خیام ساقی ازل سے کہتا ہے کہ اے ساقی یہ دنیا ایک ظلمت کدہ ہے۔ اس ظلمت کدہ کو اگر کوئی چیز روشن اور منور کرنے والی ہے تو صرف تیرا ہی چہرہ یعنی (تیرا خیال اور تیری یاد) تیرا ہی خیال ہمارے لئے آب حیات ہے اس ظلمتکدہ میں مجھ کو کسی چیز سے کوئی قلبی تعلق نہیں ہے میرا مقصود میرا مطلوب صرف تو ہے اس لئے حضور سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے ان کے صدقہ میں تجھ سے تیری معرفت کا ایک جام طلب کرتا ہوں اور بس ؞

(۲۷)

ساقی نظرے کہ دل خوش از دیدن تست — جاں شاد ز خوشہ چینی خرمن تست
ناگفتہ دلت ضمیر ما می داند — جام جم عاشقاں دلِ روشن تست

عشق حقیقی میں دین و دنیا سے کھویا ہوا خیام اپنے معبود و مقصود کو مخاطب کر کے عرض کرتا ہے کہ اے ساقی (یعنی خدا) میں تیری ایک نگاہ کرم کا متمنی ہوں کیونکہ تیری ایک نگاہ کرم سے میرے دل میں محبت کا سمندر موجیں مارنے لگتا ہے اور میری جان تیرے خرمن معرفت کی خوشہ چینی سے بے حد مسرور ہو جاتی ہے میں تجھے اپنے دل کا حال کیا بیان کروں اور کیوں بیان کروں میرے دل میں جو کچھ تمنائیں ہیں وہ تجھ پہ روشن اور عیاں ہیں کیونکہ تو تو عالم الغیب والشہادۃ ہے ہم جان و دل باختہ عشاق کے حق میں تو تیرا دل جام جم کی طرح ہے جسمیں سب کچھ نظر آتا ہے +

(۲۸)

ساقی قدحے کہ کارِ عالم نفسے ست — گر شادی از و یک نفس آں نیز بسے ست
خوش باش ز ہر چہ پیش آید بجہاں — ہرگز نشود چنانکہ دل خواہ کسے ست

پھر کہتا ہے کہ اے ساقی اے میرے مالک حقیقی اپنی سچی جستجو اور اپنی حقیقی معرفت کا ایک پیالہ دیدے کیونکہ دنیا کا یہ کارخانہ ایک ذرا دیر کا ہنگامہ ہے یہاں دل لگانا تو عبث اور حماقت ہے اس غمکدۂ خاکی میں تو ایک لمحہ اگر حقیقی خوشی کا میسر آجائے تو بہت ہے۔ اور اس دنیا میں جو کچھ حالات پیش آئیں ان پر خوش رہنا چاہئے کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو کچھ ہمارا دل چاہے وہی ہو ہماری خواہشات کا سلسلہ تو کبھی منقطع ہو ہی نہیں سکتا

بقول — ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارماں ولیکن پھر بھی کم نکلے

(۲۹)

ساقی بہ بہشت ایں ہمہ مشتاقی چیست
جنت مے و ساقی بود و باقی چیست

ایں جاست مے و ساقی و آں جا ہیست
پس در دو جہاں بہ از مے و ساقی چیست

ہاں اے ساقی (اے خدا اے مقصود و مطلوب ہمہ) آخر یہ کیا ماجرا ہے یہ دنیا والے یہ ظاہر پرست اس قدر جنت کے لئے کیوں بیتاب و مضطرب نظر آتے ہیں اُرے جنت میں اور کیا رکھا ہے وہاں بھی تو شراب اور ساقی ہی ہے اگر دل کی آنکھوں سے دیکھا جائے اور حقیقت پر غور کیا جائے تو جنت میں بھی تو ہی ہے اور تیری شراب معرفت اور یہاں بھی تو ہی ہے اور تیری شراب محبت اس لئے دونوں جہاں میں شراب اور ساقی سے بہتر اور کیا ہے یعنی دونوں جگہ تیرا ہی جلوہ ہے۔

معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا
از ماہ تا بماہی سب ہے ظہور تیرا

(۳۰)

ساقی رُخ تو زجام جمشید بہ است
مردن بہ رہت زعمر جاوید بہ است

خاک قدمت کہ روز من روشن ازاوست
ہر ذرّہ زصد ہزار خورشید بہ است

واقف اسرار معانی خیام کہتا ہے کہ اے ساقی تیرا روئے زیبا تو جام جمشید سے بھی بہتر ہے اور تیری راہ میں مر جانا عمر جاوید سے بھی اچھا ہے تیرے قدموں کی اس خاک کا ایک ایک ذرّہ جس سے میرا ستارہ بخت روشن ہے سینکڑوں آفتابوں سے بہتر ہے۔ یعنی اے خدا کے لایزال تیرے نور کا ایک جلوہ جس سے میرے دل کی اندھیری دنیا روشن ہو جاتی ہے جام جمشید سے بہتر ہے اور تیری طلب و جستجو میں مر جانا ہی حیات جاودانی ہے۔

ہم تیری راہ میں مٹ جائینگے سوچا ہے یہی
دردمندانِ محبت کا طریقہ ہے یہی

ساقی دلِ من زدست اگر خواہد رفت — بحراست کجا زخود بدر خواہد رفت
صوفی کہ چو ظرف تنگ از خویش پُراست — یک جرعہ اگر دہی بہ سر خواہد رفت

اے ساقی میرا دل (اگر تیری یاد میں) کھو بھی جائے تو وہ تو (معرفت کا) ایک سمندر ہے (جس طرح کہ سمندر میں کتنا ہی پانی آجائے سب سما جاتا ہے اور کبھی کنارے سے باہر نہیں نکلتا ہے اسی طرح یہ بھی) کھو کر جائیگا کہاں یہ تو ظاہری تصوف بگھارنیوالے صوفی ہوتے ہیں جن کا ظرف اس قدر تنگ ہوتا ہے کہ آپے سے باہر ہوجاتے ہیں انکو تو اگر ایک گھونٹ (شراب معرفت کا) دیدیا جائے تو بہک جاتے ہیں۔

(۳۲)

ساقی مے کہنہ یارِ دیرینِ من است — بے دختر زر عیش نہ آئین من است
گویند کہ بادہ خوار را دینے نیست — من بادہ خورم کہ بادہ خود دین من است

کہتا ہے کہ وہ پرانی شراب جو روز الست میں پلائی گئی تھی) وہ تو میری پرانی دوست ہے (وہ تو میری گھٹی میں پڑی ہوئی ہے) اور میرا تو سارا عیش شراب (معرفت ہی) سے ہے لوگ کہتے ہیں کہ شراب پینے والے کا کوئی مذہب نہیں (کیا خوب)
میں جو شراب پیتا ہوں (یعنی شراب معرفت) یہ ہی میرا دین و مذہب ہے۔

(۳۳)

ساقی دلِ من کہ شادی از غم نشناخت — جز جام مے از نعیم عالم نشناخت
مے دہ کہ دمِ صبوح جاں بخش دم است — کس غیر مسیح قدر ایں دم نشناخت

ہاں اے ساقی یہ میرا دل ایک ایسا دل ہے جس کو خوشی اور غم کا کوئی امتیاز ہی نہیں ہے اس کے لئے دونوں حالتیں برابر ہیں اور سوائے بادۂ عرفان کے دنیا کی کسی نعمت سے واسطہ ہی نہیں ہے تو پھر (میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ) صبح کے وقت (جبکہ دنیا والے میٹھی نیند کے مزے لیتے ہوتے ہیں اور میں تیرے ساتھ لو لگائے بیٹھا

ہوتا ہوں اپنی معرفت کی) شراب کا ایک پیالہ جس سے مجھ میں جان آجائے دیدے اور (سچ تو یہ ہے کہ) اس جان کی قدر و قیمت سوائے مسیحا (یعنی خالق) کے کوئی نہیں جانتا۔

(۳۴)

ساقی قدحے کہ شمع دل در نگرفت
تا ز آتش مے زندگی از سر نگرفت

آہ از مئے لعلت کہ بریں بادہ ناب
ہر کس کہ لبے نہاد لب بر نگرفت

اے ساقی ابھی (شراب معرفت) اور پلا ابھی دل کی شمع روشن نہیں ہوئی (یعنی ابھی تیری معرفت کماحقہ حاصل نہیں ہوئی) اور جب تک کہ اس شراب (معرفت) کی آگ سے ایک نئی زندگی (یعنی نئی روح) نہ پیدا ہو جائے پلائے جا۔
واہ کیا کہنے آہ تیری یہ مئے لعل جس کے منہ لگ گئی پھر نہ چھٹ سکی ؛

(۳۵)

ساقی عیش است و مہ افروختہ است
مے دہ کہ فلک نکتہ آموختہ است

دانی کہ اجل چو برقِ خرمن سوز است
نادر نگری خرمنِ ما سوختہ است

کہتا ہے کہ اے ساقی لطف و عیش کا وقت ہے دیکھ! چاندنی کیسی چھٹکی ہوئی ہے ایسے سہانے وقت میں کہ آسمان بھی قدرت کے کرشموں کو ظاہر کر رہا ہے لا شراب کا ایک پیالہ دے کون سی شراب وہی نکتہ آموز شراب ہاں موت اگرچہ خرمنِ حیات کو جلانے والی ہے لیکن۔ غور و تدبر سے کام لے تو تجھ کو معلوم ہوگا کہ ہمارا خرمن حیات تو برق تجلیات سے پہلے ہی جلا ہوا ہے ؛

(۳۶)

ساقی چہ کنم کہ دل کبابم زغمت
مدہوش تر از مست شرابم زغمت

ہر چند کسے خرابیم شرح دہد
باللہ کہ بیش ازاں خرابم زغمت

حقیقت شناس اور دل سوختہ خیام اپنے مطلوب حقیقی سے کہتا ہے کہ ساقی

میرا دل تیرے غم میں یا تیرے عشق میں کباب ہو رہا ہے یا تو تیرے عشق میں ایسا مدہوش ہوں کہ شراب کی مدہوشی بھی کوئی چیز نہیں ہے میری خرابی اور بیقراری کی شرح کوئی نہیں کر سکتا میری خرابی کا جو زیادہ سے زیادہ تصور کیا جا سکتا ہے اس سے بھی زیادہ ہے یعنی میری خرابی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ؛

(۳۷)

ساقی ز درت سفر نخواہیم گرفت　　گر ہم بکشی خدر نخواہیم گرفت
للہ کہ ز خاک بر نگیری سر ما　　ما سر ز رہ تو بر نخواہیم گرفت

عشق حقیقی میں جان و دل کی بازی لگانے والا خیّام کہتا ہے کہ اے ساقی (اے معبود حقیقی) میں تیرا دروازہ چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا (ایاک نعبد و ایاک نستعین ہم تو صرف تجھے ہی پوجتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں) "گر ہم بکشی" یعنے اگر تو اپنے دروازے سے نکالے بھی تو ہم کہیں نہیں جا سکتے اس لئے کہ سعدی رح

عزیزے کہ از درگہش سر نتافت
بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

جس شخص نے اس کے دروازہ سے منہ موڑا پھر جس دروازہ پر بھی گیا کوئی عزت نہیں ملی۔

اس لئے للہ تجھ کو ہم تیرا ہی واسطہ دیتے ہیں کہ ہمارا سر اپنے در کی خاک سے نہ اٹھا کیونکہ ہم تیرا در چھوڑ کر کہیں جانا نہیں چاہتے ؛

(۳۸)

ساقی دلِ ما کہ دانہ مہر تو کاشت　　مہر تو نہفت تا ابد خواہد داشت
دامن مفشاں ز ناز بر اہل نیاز　　کز دامن تو دست نخواہیم گزاشت

اپنے سر کے سفید بال (یعنے موت کا پیغام) دیکھ کر لقائے محبوب کا متمنی خیام

کہتا ہے کہ اے ساقی (اے خدا) اب میرا غم میرا عشق ایک عالم پر آشکار ہو گیا ہے اور میری سرمستی میرا کیف وجدانی اندازہ سے باہر ہو چکا ہے اب یہ ساغر چھلکا ہی چاہتا ہے۔ میں اپنے سفید سر کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں اور اس سفیدی کو دیکھکر میرے دل میں ایک تازہ بہار پیدا ہوتی ہے کہ عنقریب مجھے تیرا لقاء حاصل ہونیوالا ہے ؛

(۳۹)

اے ساقی از آں مے کہ دل و دین من است
پُر کن قدحے کہ جانِ شیرین من است
گر نیست شراب خوردن آئین شما
معشوق بجام خوردن آئین من است

کہتا ہے کہ ہاں اے ساقی وہ سی شراب دے جو میرا دین و ایمان ہے (یعنی شراب معرفت) میرا پیالہ تو اسی شراب سے بھر دے کہ وہ شراب میری جان ہے (یعنی شراب معرفت سے تو میری زندگی ہے) پھر دنیا والوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اگر تمہارے ظاہری مذہب میں یہ شراب پینا جائز نہیں ہے تو مجھے کیا میرا تو آئین یہی ہے کہ اس شراب (معرفت) کو پیوں ؛

(۴۰)

ساقی دلِ من زمُردہ فرسودہ تر است
کو زیر زمیں دل آسودہ تر است
ہر چند بخون دیدہ دامن شوئیم
دامانِ ترم زدیدہ آلودہ تر است

آہ خیام! اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے والا خیام کہتا ہے کہ اے ساقی میرا دل (دنیاوی آلودگیوں کی وجہ سے) مردے سے زیادہ بیکار اور فرسودہ ہے اسلئے

کہ مرنے کے بعد تو دل آسودہ اور اطمینان سے ہو جاتا ہے (کیونکہ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون۔ جو لوگ اللہ سے عشق و محبت رکھتے ہیں ان کو نہ کوئی خوف ہوتا ہے نہ وہ غمگین ہوتے ہیں) میں (اپنی دنیاوی آلودگیوں اور گناہوں پر) ہرچند کہ اپنے (آلودۂ معصیت) دامن کو آنکھوں کے خون سے دھوتا ہوں لیکن پھر کچھ نہیں کیونکہ میرا دامن آنکھوں سے زیادہ آلودہ ہے ؞

(۴۱)

ساقی حذر از غم توام آہ کہ نیست — صبرم ز رخت حق است آگاہ کہ نیست
مقصودِ منی وجز تو کس در دلِ من — واللہ کہ نیست ثم باللہ کہ نیست

ہاں! اے ساقی تیرے غم سے مجھے اب حذر نہیں ہے اور حق آگاہ ہے کہ بغیر تیرے رُخ کے (یعنی بغیر تیرے وصال کے) مجھ کو صبر نہیں ہے۔ میرا مقصود و مطلوب صرف تو ہی ہے تیرے سوا میرے دل میں کسی اور کا خیال ہرگز نہیں ہے پھر کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں ہے۔

اس دل تنگ میں مرے تیرے سوا سمائے کون
سچ ہے کہ جز مکین کے اپنے مکاں میں آئے کون

(۴۲)

ساقی گل و سبزہ بس طربناک شدہ است — دریاب کہ ہفتۂ دگر خاک شدہ است
مے نوش و گلے بچین کہ تا درنگری — گل خاک شدہ است و سبزہ ہم خاک شدہ است

نتائج پر نظر رکھنے والا خیام کہتا ہے کہ اے ساقی یہ پھول اور یہ سبزہ ہزاروں مرتبہ پہلے بھی اپنی دلفریبی اور بہار دکھا چکا ہے لیکن واقعات شاہد ہیں کہ دوسرے ہفتہ میں (یعنی کچھ ہی دن بعد) نہ وہ پھول رہے نہ سبزہ سب خاک میں مل گیا اس لئے اس حیات چند روزہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شراب (معرفت) پی

اور پھول چن لے (یعنی اس چمن دنیا سے معرفت الٰہی کے پھول چن لے) قبل اسکے کہ پھول اور سبزہ وغیرہ سب خاک میں مل جائے ؂

(۴۳)

ساقی کہ ہلاکم زغم ہجرانت — ہر جا کہ روی دست من و دامانت
رفتی و ہزار دل ہلاک غم تست — باز آئی کہ صد ہزار جاں قربانت

سوزِ تپِ فراق سے تڑپنے والا خیام معشوق حقیقی سے کہتا ہے کہ اے ساقی میں تو تیرے ہجر میں ہلاک ہو گیا میرا خیال ہر وقت تیرے ہی ساتھ ہے تیری آنکھ پھیر لینے سے عارفوں کے ہزار دل ہلاک ہو جاتے ہیں ہاں ہاں بس اپنی محبت میں ہمیں سرشار رکھ ہماری ہزار دل جانیں تجھپر قربان اور نثار ہیں ؂

(۴۴)

با مطرب و مے حور سرشتے گر ہست
با آب روان و لب کشتے گر ہست
بہ زین مطلب دوزخ فرسودہ متاب
حقا کہ جز این نیست بہشتے گر ہست

ہاں مطرب ہو مے ہو اور معشوق یا دریا کا کنارہ ہو اور کوئی سبزہ زار اس سے بہتر کی خواہش نہ کر (یعنے ایسے سکون کی جگہ اگر حاصل ہو جائے تو پھر اس دنیا کے قصوں میں پھنس کر اپنے لئے دوزخ نہ بنا یہ حقیقت ہے کہ اگر بہشت ہے تو بس یہی ہے) ایسے پر فضا و پر سکون مقام میں بیٹھ کر شراب حقیقت کے پیالے پیئے جائیں) ؂

(۴۵)

(۴۵)

درنائے قرابہ قلقل مے چہ خوش است
آوازِ سماع و نالہ نے چہ خوش است
در بر بُتِ دلفریب و در سر مئے ناب
فارغ ز غم زمانہ ہے ہے چہ خوش است

ہاں دیکھو تو شراب انڈیلتے وقت جو صراحی سے ڈغ ڈغ کی آواز نکلتی ہے وہ کس قدر اچھی معلوم ہوتی ہے اور اس پر مزید گانے اور بانسری کی صدا ہے پہلوُ میں ایک محبُوب ہو اور سر میں نشہ پھر دین و دنیا کے جھگڑوں سے بے فکری ہے۔ کیسی اچھی زندگی ہے۔ بادۂ عرفان کے متوالے خیام کو اس سے بہتر اور کوئی چیز نہیں معلوم ہوتی ہے کہ کامل بے خبری کے ساتھ شراب معرفت کا سرور ہو اور محبُوب حقیقی کا تصور۔ بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے

(۴۶)

دوران جہاں بے مئے و ساقی ہیچ است
بے زمزمۂ نائے عراقی ہیچ است
ہر چند در احوال جہاں می نگرم
حاصل ہمہ عشرت است و باقی ہیچ است

بغیر شراب (حقیقی) اور ساقی (محبُوب حقیقی) کے یہ دنیا ہیچ ہے اور بغیر بانسری کے نغمے (یعنی بغیر دل کے سوز و گداز) کے زندگی بیکار ہے میں جتنا دنیا کے حالات پر غور و فکر کرتا ہوں مجھ کو یقین ہوتا ہے۔ کہ اس زندگی کا حاصل اگر کچھ ہے تو عیش (جاودانی) ہے باقی سب بے کار ہے۔

(۴۷)

دریاب کہ اے روح جدا خواہی رفت | در پردۂ اسرار خدا خواہی رفت
مے خور کہ ندانی زکجا آمدۂ | خوش زی چو ندانی کہ کجا خواہی رفت

کہتا ہے کہ کچھ معلوم بھی ہے ؟ روح جسم سے جدا ہو جائے گی اور جدا ہو کر پردۂ اسرار میں چلی جائے گی۔

شراب (معرفت) پی اور ان جھگڑوں میں نہ پڑ تجھکو تو یہ بھی پتا نہیں کہ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائے گا۔

(۴۸)

اے وائے برآں دل کہ درو سوزے نیست
سودا زدۂ مہر دل افروزے نیست
روزے کہ تو بے بادہ بسر خواہی برد
ضائع تر ازاں روز ترا روزے نیست

ہائے افسوس اس دل پر ہزار افسوس جس میں سوز و گداز نہ ہو اور اس دل پر افسوس ہے جس میں مطلوب حقیقی کی محبت نہ ہو اگر تیرا کوئی دن بغیر شراب (معرفت) کے ایک لحہ بغیر تدبر و تفکر کے گزر گیا تو خوب سمجھ لے کہ وہ دن بالکل بے کار گیا   اک لحہ تیری یاد سے غفلت گناہ ہے

(۴۹)

مے بر کفِ من نہ کہ دلم در تاب است | دیں عمر گریز پائے چوں سیماب است
برخیز کہ بیدارئے دولت خواب است | دریاب کہ آتشِ جوانی آب است

اے ساقی شراب (معرفت) پلا کہ دل (بیخودی کے لئے) بیتاب ہے اور یہ عمر وقت کی طرح گزرنے والی اور پارے کی طرح ایک حال پر نہ رہنے والی ہے

ہاں اٹھ کہ بیداری (یعنے خدا کی یاد میں مشغول رہنا) کی دولت خواب کی طرح ہے کہ ذرا دیر میں کچھ نہیں اور جوانی کی آگ (یعنے جوانی کی اُمنگ جوانی کا ولولہ) پانی کی طرح تیز رو ہے اس فرصت میں جو کچھ کرنا ہو کرلے +

(۵۰)

دنیا نہ مقام گشت و نہ جائے نشست فرزانہ درو خراب وادنیٰ ترمست
بر آتش غم زبادہ آبے میزن زان پیش کہ درخاک روی بادبدست

ظاہری عقل رکھنے والے آنکھیں کھولو یہ دنیا چلتی پھرچھاؤں ہے یہاں نہ بیٹھنے کا کام ہے نہ گھومنے پھرنے کا یہ تو آخرت کی کھیتی ہے جو یہاں بوؤگے وہاں کاٹوگے۔ یہاں تو عقلمند کی خرابی ہے اور مست قلندر مزے میں ہے۔ یہاں تو شراب معرفت کے چھینٹوں سے غم اندوہ کی آگ کو بجھاؤ اور قبر میں خالی ہاتھ جانے سے پہلے کچھ کرلو۔ (ورنہ پھر افسوس کروگے) +

(۵۱)

مے خور کہ بزیر گل بسے خواہی خفت بے مونس و بے حریف و بے ہمدم و جفت
زنہار بہ کس مگو ایں راز نہفت ہر لالۂ پژمردہ نخواہد بشگفت

موت و زندگی کے فلسفہ پر غور کرنے والا خیاّم کہتا ہے کہ شراب (معرفت) پی کہ (اس چند روزہ زندگی کے بعد) مٹی کے نیچے سونا پڑے گا وہ ایسی جگہ ہے کہ جہاں نہ کوئی دوست کام آئے گا نہ ہمدم نہ رفیق (ہم ہوں گے اور ہمارے اعمال) اور ہرگز ہرگز یہ بھید کسی سے نہ کہنا کہ ہر کملایا ہوا پھول شگفتہ نہیں ہوتا ہے۔ جو لوگ اپنی روح کو دنیا کی کثافتوں سے آلودہ کرکے لے گئے ہیں ان کو وہاں چین نصیب نہیں ہوگا +

(۵۲)

ابر آمد و باز بر سر سبزہ گریست ــــ بے بادۂ ارغواں نمی باید زیست
امروز کہ ایں سبزہ کہ ماست ــــ تا سبزۂ خاکِ ما تماشہ گہ کیست

خیام بے ثباتئ دنیا کے متعلق کہتا ہے کہ دیکھو پھر ابر آیا اور سبزہ پر اشکباری کی پھر دنیا سبزہ زار بن گئی آج اس سبزہ کا لطف ہم اٹھا رہے ہیں کل جب ہم نہیں ہونگے تو یہ سبزہ زار (یعنے یہ دنیا) اوروں کے لئے تماشہ گاہ ہوگا اس لئے ایسی بے ثبات چیز سے دل نہ لگا اور بغیر بادۂ ارغوانی (یعنی شراب معرفت) کے زندگی نہ گزار +

(۵۳)

اکنوں کہ گلِ سعادتت پر بار است ــــ دستِ تو ز جامِ مے چرا بیکار است
مے خور کہ زمانہ دشمن و غدّار است ــــ دریافتنِ روز چنیں دشوار است

حال پر نظر رکھنے والا خیّام کہتا ہے کہ آج جب کہ تیرا گل سعادت کھلا ہوا ہے (یعنے تیرا زمانہ موافق ہے تو سب کچھ کر سکتا ہے) پھر تیرا ہاتھ جامِ مے سے کیوں بیکار ہے (یعنے تو عمل سے کیوں غافل ہے) زمانہ دشمن اور غدّار ہے (یعنے یہ دنیا اگر یاد خدا سے غافل رکھے تو دشمن ہے) شراب معرفت پی (یعنے خدا سے دل لگا اور اس کی معرفت حاصل کر) پھر ایسا دن پانا مشکل ہوگا (یعنے جو وقت گزر گیا پھر ہاتھ نہیں آے گا موقعہ اور فرصت کو غنیمت جان اور جو کچھ عمل کر سکتا ہے کرلے +

(۵۴)

بر پائے تو بوسہ دادن اے شمعِ طرب ــــ بہ زاں باشد کہ دیگراں را بر لب
دستِ من و دامنِ خیالت ہر روز ــــ پائے من و جستنِ وصالت ہر شب

ماسوا اللہ سے متنفر خیّام کہتا ہے کہ اے میرے معبود و مسجود میرے لئے تیرے پاؤں چومنا تیرے سوا دوسروں کا منہ چومنے سے بہتر ہے میں تو صرف تجھ ہی کو جانتا

ہوں میری تمنّا تو صرف یہ ہے کہ میں ہر وقت تیرے خیال میں مستغرق ہوں اور میرے پاؤں تیری جستجو میں +

(۵۵)

خیام عارف باللہ خیام شراب معرفت کے خم کے خم خالی کر کے اب ظاہر پرست اور معرفت الٰہی سے بے خبر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ کہتا ہے اور بہ بانگ دہل کہتا ہے

اسرارِ جہاں چناں کہ در دفترِ ماست
گفتن نتواں زانکہ وبالِ سرِ ماست

چوں نیست دریں مردم دنیا اہلے
گفتن نتواں ہر انچہ در خاطرِ ماست

ہاں سنو! اس کائنات عالم کے رازہائے پوشیدہ اور اس کارخانۂ قدرت کے اسرار سربستہ جو ہمارے دفتر میں ہیں یعنی جو مجھ کو معلوم ہیں تم کو تو ان کی ہوا بھی نہیں لگی تم تو وہاں تک پہونچ ہی نہیں سکتے لیکن میں ان کو ظاہر نہیں کر سکتا کیونکہ میرے لئے یہ ایک مصیبت ہو جائے گی چونکہ تم دنیا والے اس کے اہل نہیں ہو اور اس کے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہو اس وجہ سے جو مجھکو معلوم ہے میں تم سے نہیں کہہ سکتا۔

حافظ
مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

(ترجمہ)

مصلحت نہیں ہے کہ بھید کھول دیا جائے ورنہ ہماری محفل میں وہ کونسی خبر اور وہ کونسی چیز ہے جو نہیں ہے +

(۵۶)

باہر بد و نیک راز نتوانم گفت
دانم سخنے دراز نتوانم گفت
حالے دارم کہ شرح نتواں دادن
رازے دارم کہ باز نتوانم گفت

ہاں! میں ہرکس و ناکس سے اسرار قدرت نہیں کہہ سکتا ہوں۔ تم یہ نہ سمجھو کہ میں کچھ نہیں جانتا ہوں یا یہ کارخانۂ قدرت عبث اور فضول ہے ایسا نہیں ہے میں تو بہت کچھ جانتا ہوں لیکن کہہ نہیں سکتا میری حالت قابل تشریح نہیں ہے اور جو کچھ قدرت کے راز میرے سینہ میں پوشیدہ ہیں وہ میں ہرگز ہرگز نہیں کہہ سکتا ہوں (کیونکہ تم اس کے اہل نہیں ہو)

اسرار بیخودی سے آگاہ ہو سو جانے

(۵۷)

سیرِ دو جہاں در قدح مستان است
خورشید ازل جام مہِ تابان است
ایں نکتہ کہ در قلب جہاں پنہاں است
در شیشۂ اگر بدانی آن است

کہتا ہے کہ میرا جو قدح ہے جس میں شراب پیتا ہوں اس میں دونوں جہان کا حال نظر آتا ہے۔

جس طرح چاند سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے حالانکہ چاند خود تاریک ہے اسی طرح قدح شراب سے میں حکمت اور معرفت حاصل کرتا ہوں اور یہ نکتہ باریک بات ہے جو جاننے والوں کے دلوں میں پوشیدہ ہے لیکن ہمارے شیشہ میں یہی چیز ہے

(۵۸)

درہیچ سرے نیست کہ اسرارے نیست
دل راخبرِ اندک دلبیارے نیست
ہر طائفہ رو ندراہے در پیش
الّا رہِ عشق را کہ سالارے نیست

کوئی سر (یعنے کوئی آدمی) ایسا نہیں ہے جس میں اسرار الہٰی نہ ہوں (یعنے قابلیت) نہ ہو ہاں کسی میں کم اور کسی میں زیادہ۔ جو قافلہ اور جو گروہ سفر کرتا ہے ان کا کوئی نہ کوئی میر قافلہ ہوتا ہے لیکن راہ عشق کے قافلہ کا کوئی سالار کوئی رہبر نہیں ہے ۔

(۵۹)

ہر دفتر عالی معانی عشق است
سر بیت قصیدۂ جوانی عشق است
اے آنکہ خبر نداری از عالم عشق
ایں نکتہ بداں کہ زندگانی عشق است

کہتا ہے کہ سب سے بڑا دفتر عشق کا دفتر ہے اور جوانی کے قصیدہ کا سب سے پہلا شعر عشق ہے اے وہ شخص کہ عشق سے بے خبر ہے یہ گر سمجھ لے کہ زندگی نام ہی عشق الہٰی کا ہے اگر عشق حقیقی نہیں ہے تو زندگی ہیچ ہے ۔

(۶۰)

بُت خانہ وکعبہ خانۂ بندگی است
ناقوس زدن ترانۂ بندگی است
محراب وکلیسا وتسبیح وصلیب
حقا کہ نشانۂ بندگی است

ہر چیز میں اور ہر جگہ خدا ہی خدا کا جلوہ دیکھنے والا خیّام کہتا ہے کہ بت خانہ

اور کعبہ خدا کی عبادت کرنے کے گھر ہیں ناقوس بجانا اور اذان دینا یہ سب بندگی ظاہر کرنے کے ترانہ ہیں محراب مسجد کلیسا تسبیح اور صلیب سب چیزیں اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اظہار بندگی کے لئے ہیں یعنی مقصود ایک ہے راستہ اور طریقہ مختلف ہیں۔ چنانچہ نیاز رح بریلوی فرماتے ہیں:۔

اگر تو دفتر اسلام و کفر پارہ کنی
یقین شود بتو کیں شیخ و برہمن ہمہ اوست

اگر تو کفر اور اسلام کے دفتر کے ٹکڑے کردے یعنی کفر اور اسلام کے جھگڑوں سے ہٹ کر نظر غور سے دیکھے تو تجھ کو یقین ہو جائے گا کہ شیخ اور برہمن سب ایک ہیں یعنی سب کا مقصود ایک ہے +

(۶۱)

در صومعہ و در مدرسہ و دیر و کنشت
ترسندۂ دوزخ است و جویائے بہشت
آنکس کہ ز اسرارِ خدا باخبر است
زیں تخم درا اندرونِ دل ہیچ نہ کشت

طالب مولائے خیام کہتا ہے کہ مسجد میں گرجا میں مندر میں جو لوگ بیٹھ کر عبادت کرتے ہیں ان کی عبادت دوزخ کے ڈر اور جنت کی تلاش میں ہوتی ہے۔ لیکن جو آدمی کہ قدرت کے بھیدوں سے واقف ہے یعنی جس کو خدا کی معرفت حاصل ہے اس نے اپنے دل میں یہ بیج ہی نہیں بویا یعنے جو شخص طالب مولا ہے اس کو نہ جنت کی خواہش ہے نہ دوزخ کا خوف اس کا مقصود و مطلوب تو صرف خدا ہے۔ اور وہ خدا کی رضا کا جویاں ہے +

(۶۲)

ہیہات کہ ایں جسم مجسّم ہیچ است
ویں دائرہ و سطح مجسم ہیچ است
دریاب کہ در کشاکش موت وحیات
وابستۂ یکدمیم وآنہم ہیچ است

افسوس اے ظاہری چیزوں پر نظر رکھنے والو افسوس ہے تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ یہ جسم جس کی آرائش وزینت کے لئے سب کچھ برباد کر دیتے ہو یہ بالکل بیکار چیز ہے اور یہ دائرہ اور سطح مجسم یعنی دنیا بالکل ہیچ ہے ذرا غور کرو کہ موت اور زندگی میں ایک کشاکش ہے ابھی سب کچھ تھا تھوڑی دیر میں کچھ نہیں تو ایسی کشمکش میں ہم ایک سانس کے تاگے میں بندھے ہوئے ہیں جو ذرا سی دیر میں ٹوٹ جاتا ہے تو اگر ہم نے اس دم کو یاد الٰہی میں صرف کیا جب تو خیر ورنہ یہ دم بھی ہیچ ہے ٭ ٭ ٭

(۶۳)

دنیا دیدی و ہرچہ دیدی ہیچ است
واں نیز کہ گفتی و شنیدی ہیچ است
سرتاسر آفاق دویدی ہیچ است
واں نیز کہ درخانہ خزیدی ہیچ است

ماسوا اللہ سے متنفر خیام کہتا ہے کہ تم نے دنیا دیکھی اور جو کچھ دیکھا سب بیکار اور جو کچھ اس دنیا میں زق زق بق بق کی سب لغو اور اس دنیا میں جو کچھ دوڑ دھوپ کی سب فضول اور عبث اور جو کچھ خرید و فروخت کی سب اکارت مطلب ہے کہ اگر اس دنیا میں پھنسے رہے اور معرفت الٰہی حاصل نہیں کی تو ساری عمر بیکار گئی۔

کیونکہ

پیش از من و تو مُرد و بے زَن بوداست

کافاق زجملہ شان مُزَیَّن بوداست

زود آ کہ تن تو خاک گرد و زیرا

خاک تو دگر ہزارہ تن بُوداست

اے غافل تجھ سے پہلے بھی تو بے گنتی جاندار انسان وحیوان اس دنیا میں بستے تھے اور تجھ سے پہلے بھی تو دنیا اسی شان وشوکت کے ساتھ سجی سجائی تھی لیکن وہ سب بسنے والے شان وشوکت والے کیا ہوئے، سب خاک میں مل گئے اس لئے جلدی کر کہ تو بھی خاک ہونیوالا ہے اور جس طرح دوسروں کی خاک سے ہزاروں کیڑے مکوڑے بن گئے اسی طرح تیرے اس جسم کی خاک سے بھی ہزاروں حشرات الارض بن جائیں گے۔

زاں پیش کہ نامِ تو زعالم بردد

مے خور کہ چو مے رسد بدل غم بردد

بکشائے سرِ زلفِ بتے بند زبند

زاں پیش کہ بند بند از ہم بردد

اس لئے! اس سے قبل کہ تیرا نام دنیا سے مٹ جائے شراب معرفت پی کیونکہ یہ شراب معرفت یعنے خدا کی یاد ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے دل کا غم دور ہوتا اور سکون حاصل ہوتا ہے جیسا کہ خود ارشاد باری ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ؛ اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان اور راحت نصیب ہوتی ہے تو شراب معرفت پی اور بت (یعنے معشوق حقیقی) کی زلف کے بند بند کھول یعنے اسرار الٰہی کے نکتہ نکتہ کو سمجھ اس سے قبل کہ قبر میں تیرے بند بند

یعنی جوڑ جوڑ کھل جائیں۔

(۶۴)

اسرارِ ازل بادہ پرستاں دانند
قدرِ مے و جام تنگدستاں دانند
گر چشم تو حالِ من بداند چہ عجیب
شک نیست کہ حالِ مست مستاں دانند

اے غافل ازل کے بھید یعنی اسرارِ الٰہی صرف بادہ پرست (یعنے شراب معرفت پینے والے) جانتے ہیں شراب اور جام کی قدر تنگ دست (یعنے تنگ نظر) جانیں گے؟ وہ کیا جانیں گے۔ اگر تیری آنکھ (یعنے ظاہری حالت کو دیکھنے والی) میرا حال (یعنے ظاہری حال) دیکھتی ہے تو تعجب کیا ہے تم میری باطنی کیفیت کو کیا جان سکتے ہو

سچی بات تو یہ ہے کہ مست کا حال مست ہی خوب جانتا ہے۔

نوک غمزے کی ہو جس دل میں چبھی
اس سے پوچھو چاشنی اس درد کی

(۶۵)

مے خور کہ ز تو قلّت و کثرت ببرد
و اندیشۂ ہفتاد و دو ملّت ببرد
پرہیز مکن ز کیمیائے کہ ازو
یک جرعۂ مے ہزار علت ببرد

ہاں شراب (معرفت) پیو کہ اس سے قلت و کثرت کا سوال ہی اٹھ جاتا ہے جیسا کہ نیاز رح بریلوی فرماتے ہیں۔

مگو کہ کثرتِ اشیا نقیضِ وحدت گشت
تو در ہر حقیقتِ اشیا نظر فگن ہمہ اوست

(ترجمہ) یہ نہ سمجھو کہ اشیاء کی زیادتی اور مختلف چیزوں کا پایا جانا وحدت کے خلاف ہے اشیا کی حقیقت پر غور کرو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت میں سب ایک ہی کا جلوہ ہے۔

ہاں تو اس شراب معرفت کے پینے سے یہ جو بہتر فرقوں کا اندیشہ اور جھگڑا ہے یہ بھی مٹ جائے گا۔ اور اس کیمیا (یعنے کیمیائے معرفت) سے پرہیز نہ کرو کہ اس شراب (معرفت) کا ایک گھونٹ ہزاروں علتوں سے پاک کر دیتا ہے +

(۶۶)

در عالمِ جاں بہ ہوش می باید بود
در کارِ جہاں خموش می باید بود ؛
تا چشم و زبان و گوش برجا باشد
بے چشم و زبان و گوش می باید بود

کہتا ہے کہ انسان کو لازم ہے کہ عالم جان میں (یعنے زندگی میں) اپنے حواس درست رکھنا چاہتے ہیں اور اس کارخانہ عالم میں خاموش رہنا چاہیئے جب تک آنکھ زبان اور کان صحیح حالت میں ہیں اس وقت تک بے آنکھ بے زبان اور بے گوش نبکر رہنا چاہیئے۔ خیاؔم کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو میدانِ معرفت میں اپنے حواس تو ٹھکانے رکھنا چاہیئے۔ اور کان آنکھ زبان سے صحیح کام لینا چاہیئے باقی دنیا کی طرف سے آنکھ کان زبان کو بیکار کر لینا چاہیئے جیسا کہ شیخ فریدؒ فرماتے ہیں + گر تو ہر کو چاہے فریدا آنکھ کان کو کرے سن

(۶۷)

ہر دل کہ درو مہر و محبت بسرشت
گو ساکنِ مسجد است و در اہلِ بہشت

در دفترِ عشق نام ہر کس کہ نوشت
آزاد ز دوزخ است و فارغ ز بہشت

طالب مولا خیام کہتا ہے کہ جس دل میں خدا کا عشق ہے خواہ وہ مسجد میں رہے یا کنشت میں اور جس شخص کا نام دفتر عشق میں لکھا گیا وہ دوزخ اور بہشت کے جھگڑوں سے آزاد ہے یعنی جو طالب مولے ہے اس کو نہ دوزخ کا غم ہے اور نہ جنت کی تمنا وہ تو صرف معشوق حقیقی کی رضا چاہتا ہے ٭

(۶۸)

در چشم محققاں چہ زیبا و چہ زشت
منزلگہ عاشقاں چہ دوزخ چہ بہشت

پوشیدنِ بیدلاں چہ اطلس چہ پلاس
زیرِ سرِ عاشقاں چہ بالین و چہ خشت

حقیقت پر نظر رکھنے والا خیام کہتا ہے کہ جو لوگ حقیقت پر نظر رکھتے ہیں ان کی نظروں میں ظاہری خوبصورتی اور بدصورتی کوئی چیز نہیں ہے اور جو لوگ طالب مولے ہیں ان کے نزدیک دوزخ اور جنت سب یکساں ہے اور جو لوگ بیدل ہیں یعنی جو اپنی لو خدا سے لگائے بیٹھے ہیں ان کے لیئے اطلس اور ٹاٹ پہننا دونوں برابر ہیں اور جو لوگ عاشق مولے ہیں ان کیلئے سر کے نیچے تکیہ اور اینٹ رکھنا یکساں ہے ٭

(۶۹)

ہر سبزہ کہ بر کنارِ جوئے رستہ است
گویا زلبِ فرشتہ خوئے رستہ است

پا بر سرِ سبزہ با بہ خواری نہ نہی ٭٭٭
کاں سبزہ زخاک لالہ روئے رستہ است

حقیقت شناس خیام کہتا ہے کہ یہ سبزہ جو کسی نہر کے کنارے اگا ہوا ہے تم کو کیا معلوم کہ اس مٹی میں کیسے کیسے فرشتہ خو لوگوں کی مٹی شامل ہے اور اس کو روند کر مت چلو یعنی غرور اور تکبر سے اکڑ کر اس سبزہ کو نہ روند و اس لئے کہ یہ سبزہ بھی کسی لالہ رو کی مٹی سے اگا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح آج تم بے شمار لوگوں کی خاک کو ناز و انداز سے اکڑ اکڑ کر روندتے ہوئے چلتے ہو تو اس حقیقت پر نظر رکھو کہ کل تمہاری مٹی کو بھی اسی طرح لوگ روند کر چلیں گے ٭

(۷۰)

گر کارِ تو نیک است بہ تدبیرِ تو نیست
گر سر بہ و دبیز بہ تقصیرِ تو نیست

تسلیم و رضا پیش کن و شاد بزی
چوں نیک و بد جہاں بہ تدبیرِ تو نیست

تسلیم و رضا کا جویا خیام کہتا ہے کہ اگر تو نیک کام کرتا ہے تو اپنی تدبیر پر غرہ نہ کر تو تو تسلیم و رضا کا بندہ بنکر اس دنیا میں خوشی کے ساتھ زندگی گزار دے کیونکہ دنیا میں جو کچھ نیک و بد ہوتا ہے اس میں تیری تدبیر کو کچھ دخل نہیں ٭

———(٭٭٭)———

(۷۱)

اے مردِ خرد حدیث فردا ہوس است

در دہر زدن لاف سخنہا ہوس است

امروز چنیں ہر کہ خردمند کس است

داند کہ ہمہ جہاں یک نفس است

کہتا ہے کہ اے صاحب عقل کل کے متعلق چہ میگوئیاں کرنا بیکار ہے کیا معلوم کل تو ہوگا بھی یا نہیں اور دنیا میں زیادہ بکواس نکر حال پر غور کر عقلمند وہی ہے جو یہ سمجھ کر کہ دنیا کی زندگی ایک لمحہ کی ہے۔ خدا سے لو لگائے ۞

(۷۲)

گر از پے شہوت و ہوا خواہی رفت

از من خبرے کہ بینوا خواہی رفت

بنگر چہ کسی واز کجا آمدۂ ۞

می داں کہ چہ میکنی کجا خواہی رفت

اگر تونے اپنی عمر عزیز اپنی خواہشات میں صرف کر دی تو میں تجھ سے کہے دیتا ہوں کہ پھر تو دنیا سے خالی ہاتھ جائے گا تو اپنی حقیقت پر غور کر تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اور یہ سمجھ کہ تو کیا کر رہا ہے۔ اور بتجھے کہاں جانا ہے مطلب یہ ہے کہ اپنے کو پہچان اور معرفت الٰہی حاصل کر۔

مَن عَرَفَ نَفسَہٗ فَقَد عَرَفَ رَبَّہٗ

(۷۳)

نیکی و بدی کہ در نہاد بشر است

شادی و غمی کہ در قضا و قدر است

با چرخ مکن حوالہ کاندر رہ عقل
چرخ از تو ہزار بار بیچارہ تراست

کہتا ہے کہ نیکی اور بدی یہ تو انسان کی سرشت ہے یعنی خدائے برتر نے انسان کو نیکی کرنے کی اور بدی سے بچنے کی دونوں طاقتیں عطا فرمائی ہیں۔ اور خوشی اور غم یہ بھی دنیا میں مقدر ہو چکا ہے لیکن یہ تمام چیزیں آسمان کے سر نہ تھوپ کیونکہ آسمان تو تجھسے ہزار گنا لاچار ولاشے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی پریشانیوں اور مصیبتوں کے وقت زمانہ کا شکوہ کرتے ہیں۔ ان کا شکوہ فضول ہے۔ اچھائی تلاش کرنا اور برائی سے بچنا ہمارے اختیار میں ہے۔ اس کے لئے قدرت نے ہمیں کامل عقل عطا فرمائی ہے ∴

(۷۶)

بسیار بگشتیم بگرد در و دشت
اندر ہمہ آفاق بگشتیم بگشت
از کس نشنیدیم کہ آمد زیں راہ
راہے کہ برفت راہ رو بازنگشت

خیام کہتا ہے کہ ہم در و دشت میں بہت پھرے اور اس دنیا میں بہت کچھ دیکھا بھالا لیکن آج تک کسی سے یہ نہیں سنا کہ اس راستہ سے کوئی آیا ہے۔ جو شخص اس راستہ سے گیا وہ پھر واپس نہیں آیا۔

مطلب یہ ہے کہ اس دنیا سے جانے کے بعد پھر واپسی ناممکن ہے اس لئے جو کچھ عمل کرنا ہے۔ جانے سے پہلے کر لو ورنہ بعد کو کف افسوس ملوگے اس عالم میں عمل نہیں ہے سزا و جزا ہے ∴

(۷۵)

اے آمدہ از عالم روحانی تفت
حیراں شدہ در پنج و چہار و شش و ہفت

مے خور کہ ندانی ز کجا آمدۂ
خوش باش ندانی بہ کجا خواہی رفت

اسرار معرفت کو سمجھنے والا خیام کہتا ہے کہ
اے شخص تو عالم روحانی سے (اس عالم خاکی) میں خالی ہاتھ آیا ہے اور یہاں آکر پانچ (حواس خمسہ) چار (اربعہ عناصر یعنی ہوا۔ آگ پانی مٹی) شش (چھ یعنی شش جہت چھ طرفیں اور ہفت (سات آسمان) کے جھگڑے میں پھنس گیا ہے (یہ بیکار اور فضول ہے) شراب معرفت پی کیونکہ تجھ کو نہ تو یہ معلوم ہے کہ کہاں سے آیا ہے اور خوش رہ اس لئے کہ تجھے نہیں معلوم ہے کہ جانا کہاں ہے ؂

(۷۶)

دورے کہ درد آمدن و رفتن ماست
آنرا نہ بدایت نہ نہایت پیداست

کس می نزند دمے دریں معنی راست
کیں آمدن از کجا و رفتن بکجاست

یہ دنیا کہ جس میں ہمارے آنے اور جانے کا برابر ایک تانتا لگا ہوا ہے اس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا اور نہ کوئی شخص اس معاملہ میں صحیح بات تبلا سکتا ہے کہ یہ آنا جانا کہاں سے کہاں کو ہے ؂

(۷۷)

ہر گہ کہ غمے ملازم دل شودت
با قصہ کار خویش مشکل شودت

حال دل دیگرے بباید پرسید
تا خورسندی تمام حاصل شودت

کہتا ہے کہ جب تیرے دل کو کوئی غم ہو اور تجھ کو کوئی مشکل پیش آئے تو اس وقت دوسرے لوگوں کے دلوں کا حال دریافت کرنا چاہیئے تا کہ تجھے کامل خوشدلی حاصل ہو یعنی جب خود کسی پریشانی میں مبتلا ہو تو آدمی کو چاہیئے کہ دوسروں کی پریشانی پر غور کرے اس سے اپنی پریشانی اور مصیبت پر ایک گونہ تسلی ہو جاتی ہے ؀

(۷۸)

چندیں غم مال و حسرت دنیا چیست
ہرگز دیدی کسے کہ جاوید بزیست

ایں یک نفسے کہ در تنت عاریت است
با عاریتے عاریتے باید زیست

دنیا سے نفرت کرنے والا خیام کہتا ہے کہ مال و دولت کا اس قدر غم اور دنیا کی اس قدر حسرت کس لئے ہے کسی ایک شخص کو بھی دیکھا جو ہمیشہ جیا ہو یہ ایک سانس کی آمد و رفت عاریتاً (کیا معلوم دم آئے نہ آئے) اس لئے اس دم کے ساتھ جس کا کوئی بھروسہ نہیں مستعار زندگی بسر کر ؀

(۷۹)

خاکے کہ بزیر پائے ہر حیوانے ست
زلفِ صنمے و ابروئے جانانے ست

ہر خشت کہ بر کنگرۂ ایوانے ست
انگشت وزیرے و سر سلطانے ست

خیام کہتا ہے کہ جو کانٹا کسی جاندار کے پاؤں میں چبھتا ہے یا جاندار اس پر چلتے ہیں یہ کسی وقت میں کسی معشوق کی زلف و ابرو ہوں گے یعنی اس مٹی سے اُگے ہوں گے جس میں کوئی سیمتن معشوق دفن ہوا ہوگا۔ اسی لئے تو یہ اب بھی چُبھ کر تکلیف دیتے ہیں اور جو اینٹ کہ کسی عالیشان محل کے کنگرہ پر لگی ہوئی ہے اس میں معلوم نہیں کہ کتنے بادشاہوں کے سروں اور وزیروں کی انگلیوں کی مٹی شامل ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ اس دنیا کی کسی چیز کو ثبات نہیں ہے ؂

(۸۰)

ہشدار کہ روزگار شور انگیز است
ایمن منشیں کہ تیغ دوراں تیز است

در کامِ تو گر زمانہ لوزینہ نہد
زنہار فرو مبر کہ زہر آمیز است

اس لئے ہوشیار ہو جا کہ یہ زمانہ ہر گھڑی بدلنے والا ہے اور مطمئن نہ رہ کہ زمانے کی تلوار بہت تیز ہے (یعنے ایک آن میں رشتۂ حیات منقطع ہو جاتا ہے۔ اگر اس دنیا میں تجھ کو عمدہ عمدہ نعمتیں کھانے پینے کو حاصل ہوں تو ان میں جی نہ لگا کہ ان میں تو (یادِ الٰہی سے غافل کرنے کا) زہر ملا ہوا ؂

(۸۱) بت گفت بہ بت پرست کالے عابدِ ما
دانی زچہ روئے گشتۂ ساجدِ ما

بر ما بہ جمالِ خود تجلّی کرد است
آں کس کہ ز تست ناظر و شاہدِ ما

ہر رنگ میں اس کا جلوہ دیکھنے والا خیام کہتا ہے کہ ایک دن ایک بت نے اپنے پوجنے والے سے کہا کہ تجھے کچھ یہ بھی معلوم ہے کہ تو میرے سامنے کیوں سجدے کرتا ہے مجھے سن حقیقت میں تو اور میں دونوں ایک ہیں ایک ہی ذات کے مظہر ہیں ایک میں شانِ معبودیت ہے اور ایک میں شانِ عبدیت۔ اور جب میں اور تو ایک ہی ٹھہرے تو پھر میں اور تو اور وہ سب ایک ہیں۔ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی۔

(۸۱)

خیامؔ تنت بخیمہ ماند راست
سلطان روح است و منزلش دار فناست
فراش اجل ز بہر دیگر منزل
از پا فگند خیمہ کہ سلطاں برخاست

روح اور جسم کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے خیام کہتا ہے کہ خیام! جسم کی مثال ایسی ہے جیسے خیمہ اس میں روح کی مثال ایسی ہے جیسے خیمہ میں بادشاہ ٹھہرا ہوا ہے اور اس بادشاہ کی منزل دار فنا ہے جب روح نکل گئی تو اس کی مثال ایسی ہے کہ جسطرح بادشاہ کے چلے جانے کے بعد ڈیرہ خیمے سب اکھاڑ دئے جاتے ہیں:۔

(۸۲)

چوں ابر بہ نوروز رُخِ لالہ بشست
برخیز و بجامِ بادہ کن عزم درست
ایں سبزہ کہ امروز تماشہ گہ تست
فردا ہمہ از خاکِ تو بر خواہد رست

خیام کہتا ہے ابر نے مینھ برسا کر تمام پھولوں کو دھو یا یعنی موسم بہار آگیا اٹھ اور مے (معرفت) کا جام بھر کر چست ہو جا موقعہ کو غنیمت سمجھ اس لئے کہ یہ سبزہ جو

آج تیرا تماشہ گاہ بنا ہوا ہے کل تیرے مرنے کے بعد تیری مٹی سے بھی ایسا ہی سبزہ اُگے گا جو دوسروں کا تماشہ گاہ بنے گا ⁂

(۸۳)

از گردشِ چرخ ہیچ مفہومم نیست
جز رنج زمانہ ہیچ موہومم نیست
ہر چند بکارِ خویش در می نگرم
عمرے بگذشت وہیچ معلومم نیست

کہتا ہے کہ اس آسمان کی گردش سے کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا ہوگا سوائے رنج ومحن کے اور کچھ پتا نہیں ہے۔ میں نے جتنا جتنا اپنے معاملات پہ غور کیا باوجودیکہ غور ونذبر وتفکر میں عمر گزر گئی لیکن معلوم ہوا کہ کچھ نہیں معلوم ہوا حقیقت یہ ہے کہ اسرارِ الٰہی پہ عبور انسان کا کام ہی نہیں ہے ⁂

(۸۴)

پیش از من وتو لیل ونہارے بوداست
گردندہ فلک برائے کارے بوداست
زنہار قدم بخاک آہستہ نہی
کان مردمکِ چشم نگارے بوداست

اس سے پہلے بھی یہی رات ودن تھے اور پہلے بھی آسمان اسی طرح گردش کرتا تھا۔ دیکھ زمین پر قدم آہستہ رکھ یعنی اس دنیا میں غرور اور تکبر کے ساتھ اکڑ اکڑ کر نہ چل کیونکہ اس زمین میں لاکھوں کروڑوں حسین خوش رو جوان بہادر دولت مند ہستیاں مٹی میں مل گئیں۔ یعنی عبرت حاصل کر جو حشر آج ان کا ہے وہی کل تیرا ہوگا ⁂

این گنبدِ لاجوردی و زرّین طشت
بسیار بگشت است و دگر خواہد گشت
یک چند ز اقتضائے دورانِ قضا
ما نیز چو دیگراں رسیدیم و گذشت

جس طرح یہ نیلا آسمان اور یہ روشن سورج ہمیشہ گردش کرتا رہا ہے اور کرے گا اسی طرح زندگی اور موت کا بھی چکر گھوم رہا ہے جس طرح ہم سے پہلے اور لوگ اس دنیا میں آئے اور چلے گئے اسی طرح ہم بھی آئے ہیں چلے جائیں گے ٭

(۸۵)

خبر حق حکمے کہ حکم را شاید نیست
ہستی کہ ز حکمِ او بروں آید نیست
ہر چیز کہ ہست آنچناں می باید
آں چیز کہ آنچناں نمی باید نیست

حکم خداوندی کے سامنے سر جھکانے والا خیام کہتا ہے کہ حکم سوائے حق تعالیٰ کے اور کسی کا نہیں ہے کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جو اس کے حکم سے انحراف کرے جو کچھ ہے وہ جیسا ہونا چاہیئے تھا ویسا ہی ہے اور جو چیز جس طرح نہیں ہے اسکو اس طرح نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کی تخلیق صحیح اور مناسب ہے ٭

(۸۶)

بس خونِ کساں کہ چرخ بیباک بریخت
بس گل کہ برآمد ز گلِ پاک بریخت

برحسن و جوانی پسر غرہ مشو
بس غنچۂ ناشگفتہ بر خاک بریخت

کہتا ہے کہ اس چرخ بے باک نے بہتوں کا خون کیا ہے دیکھو کتنے ہی پھول جو صاف ستھری مٹی سے اُگے ہیں مرجھا جاتے ہیں اس سے سبق حاصل کرو اور جوانی پر گھمنڈ نہ کرو۔ بہت سی کلیاں کھلنے سے پہلے ہی گر کر خشک ہو جاتی ہیں اسی طرح جوانی کی اکڑ فوں بھی بھروسہ کے قابل نہیں ہے ؎

(۸۷)

طوریست کہ صد ہزار موسیٰ دیداست
دیریست کہ صد ہزار عیسیٰ دیداست
قصریست کہ صد ہزار قیصر بگذشت
طاقیست کہ صد ہزار کسریٰ دیداست

دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ دکھلاتا ہے کہ یہ دنیا ایک ایسا طور ہے جس نے ہزاروں موسیٰ دیکھے ہیں ایک ایسا دیر ہے جس نے ہزاروں عیسیٰؑ جیسے دیکھ ڈالے۔ یہ دنیا ایک ایسا محل ہے جس میں ہزاروں قیصر آئے اور چلے گئے اور ایک ایسا طاق ہے جس نے ہزاروں کسرے دیکھ ڈالے ؎

(۸۸)

اے دل چو زمانہ می کند غمناکت
ناگہ برود ز تن روانِ پاکت
برسبزہ نشین و خوش بزی روزے چند
زاں پیش کہ سبزہ بردمد از خاکت

اے دل اس فانی دنیا میں تجھے غم ہی پہونچتا ہے انجام کار ایک دن ایسا

ہوگا کہ ایک دم جانِ پاک اس جسم خاکی سے جدا ہو جائے گی اس لئے بہتر یہ ہے کہ یہ چند روزہ زندگی سبزہ پر بیٹھکر گذار دے قبل اس کے کہ تیری مٹی سے گھاس وغیرہ اُگے مطلب یہ ہے کہ جس طرح سبزہ اُگتا ہے پھر فنا ہو جاتا ہے پھر اگتا ہے پھر فنا ہو جاتا ہے اسی طرح سانس کی بھی آمد و رفت ہے تو اس سانس کی آمد و رفت کو غنیمت سمجھ اور جو کچھ کرنا ہے کرلے ۔

(۸۹)

چوں لالہ بہ نوروز قدح گیر بدست
با لالہ رُخے اگر ترا فرصت ہست
مے نوش بخور غصّہ کہ این چرخ کہن
ناگاہ تراچو خاک گرداند پست

نوروز کے دن لالہ کی طرح قدح (معرفت) ہاتھ میں لے اور کسی لالہ رخ (صاحبدل) کی خدمت میں رہکر شراب (معرفت) پی اور کسی چیز سے رنجیدہ نہ ہو کیونکہ یہ آسمان کی چکی جو ہر وقت گردش میں رہتی ہے۔ کسی دن تجھے پیس کر مٹی میں ملادے گی ۔

(۹۰)

یزداں چو گِلِ با وجود مارا آراست
دانست زفعلِ ما چہ خواہد برخاست
بے حکمش نیست ہر گناہے کہ مراست
پس سوختنِ قیامت از بہر چہ خواست

جو لوگ جبر و قدر کے قائل ہیں ان کو مخاطب کرکے خیام کہتا ہے کہ خدائے برتر نے جس وقت ہم کو اس خاکی وجود سے آراستہ کیا ہے تو اس کے تو علم میں

یہ بات تھی کہ ہم کیا کیا کام کریں گے تم کہتے ہو کہ اس کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا ہے تو پھر گناہوں کے باعث قیامت کے دن دوزخ میں جلنا کیوں ہوگا؟

(۹۱)

بر چہرۂ گل شبنم نوروز خوش است
در صحن چمن روئے دل افروز خوش است
از دی کہ گذشت ہر چہ گوئی خوش نیست
خوش باش ز دی مگو! کہ امروز خوش است

کہتا ہے کہ پھولوں پر پڑی ہوئی شبنم کیسی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ چمن میں یہ جلوۂ محبوب کتنا اچھا معلوم ہوتا ہے تو جس طرح پھولوں پر شبنم تھوڑی دیر رہ کر غائب اور فنا ہو جاتی ہے اسی طرح تو بھی جو وقت گزر چکا ہے اس کی اچھائی برائی کے متعلق کچھ نہ بیان کر نہ گزرے ہوئے وقت پر افسوس کر آج کو دیکھ یعنے حال کو دیکھ اور خوش رہ +

(۹۲)

گر گل نبود نصیب ما خار بس است
ور نور نمی رسد بما نار بس است
گر سبحہ و سجادہ و شیخے نبود
ناقوس کلیسیا و زنار بس است

پیکر تسلیم و رضا خیام کہتا ہے کہ اگر ہماری قسمت میں پھول نہیں تو نہ ہوں کانٹے ہی سہی اور اگر تسبیح سجادہ اور شیخ نہیں ہے تو نہ ہو ناقوس کلیسا اور جنیو ہی ہمارے لئے کافی ہیں مطلب یہ ہے کہ میں تو ہر رنگ میں تجھی کو دیکھتا ہوں اور ہر حال میں خوش ہوں مجھکو تو ہر چیز میں تو ہی تو نظر آتا ہے ؛؛

(۱۹۳)

آں بت کہ دلم زہجرا و زار شدہ است
او جائے دگر بغم گرفتار شدہ است
من در طلبِ علاجِ خود چوں کوشم
چوں آنکہ طبیب ماست بیمار شدہ است

وہ معشوق حقیقی جس کی یاد میں میرا دل زار و نزار ہے وہ دوسری جگہ غم عشق میں گرفتار ہے یعنی وہ صرف میرا اکیلا معشوق نہیں ہے۔ اس کو سب ہی کی فکر ہے ایسی صورت میں میں اپنے علاج کی کیا کوشش کروں۔ جبکہ طبیب خود ہی بیمار ہے ؎

(۱۹۴)

در عشقِ تو از ملامتم ننگے نیست
با بے خبراں دریں سخن جنگے نیست
آں شربتِ عاشقی ہمہ مردانست
نامرداں را ازیں قدح رنگے نیست

عاشق بدنام خیام کہتا ہے کہ تیرے عشق (حقیقی) میں لوگ جو مجھ کو ملامت کرتے ہیں اس سے مجھ کو ننگ نہیں ہے جو لوگ (معرفت الٰہی اور عشق حقیقی سے) کورے ہیں میں ان سے اس معاملہ میں الجھتا ہی نہیں یہ شربت عاشقی یعنی شراب معرفت تو مردوں کا حصہ ہے نامردوں کے لئے اس شراب میں کوئی حصہ نہیں ہے ؎

(۹۵)

مارا گویند دوزخی باشد مست
قولیست خلاف دل در نتوان بست

گر عاشق مست دوزخی خواہد بود
فردا بینی بہشت ہمچو کفِ دست

خیام کہتا ہے کہ لوگ مجھکو میری مستی کی وجہ سے دوزخی کہتے ہیں یہ ان کا کہنا خلاف ہے اس پر دھیان نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اگر عاشق جس کا کام ہی عشق میں مست و مدہوش رہنا ہے اگر دوزخ میں بھیجے گئے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ کل قیامت کے دن جنت میں خاک اڑتی ہوگی ؛

(۹۶)

ترسِ اجل و بیم فنا ہستیٔ تست
ورنہ ز فنا شاخ بقا خواہد رست

من از دم عیسوی شدم زندہ بجاں
مرگ آمد و از وجودِ من دست بشست

موت کا خوف اور فنا کا غم یہ بے خبروں کا حصہ ہے حقیقت میں فنا سے تو بقا حاصل ہوتی ہے (یہ ایک مسلمہ مسئلہ ہے کہ فنا یعنی موت حیات ابدی کا دروازہ ہے) پھر کہتا ہے کہ میں تو دم عیسوی (یعنی حکم خدا سے عالمِ وجود میں آیا ہوں اس لئے موت کو میرے وجود سے ہاتھ دھونا پڑے یعنے موت کا اختیار میرے جسم پر تو ہوا لیکن میری رُوح پر کچھ اختیار نہیں ہے اس کو تو بقائے دوام حاصل ہی؛

(۵۷)

با ہر بد و نیک راز نتوانم گفت
دائم سخنے دراز نتوانم گفت

حالے دارم کہ شرح دادن نتواں
رازے دارم کہ باز نتوانم گفت

خمخانۂ معرفت سے چھکا ہوا خیام کہتا ہے کہ ہر نیکو بد کے سامنے اسرار معرفت نہیں بیان کئے جا سکتے ہیں اور یہ ایک لمبی کہانی ہے جس کو ہر موقعہ پر نہیں بیان کیا جا سکتا ہے میں ایسے حال میں ہوں کہ جس کی شرح ناممکن ہے۔ مجھ کو ایسا بھید معلوم ہے کہ جس کو کسی طرح نہیں کہہ سکتا ہوں ؞

(۵۸)

گردوں نگرے ز عمرِ فرسودۂ ماست
جیحوں اثرے ز چشم پالودۂ ماست

دوزخ شررے ز رنج بیہودۂ ماست
فردوس دمے ز وقت آسودۂ ماست

حکمت کے موتی پرونے والا خیام کہتا ہے کہ یہ آسمان جانتے ہو کیا ہے یہ انسانی عمروں کا ایک گھسا پسا ہوا صرف نام ہے یعنی لوگ ابتدائے آفرینش سے اس کو آسمان کہتے آئے ہیں ورنہ حقیقت میں کچھ نہیں ہے اور یہ دریائے جیحوں ہماری ہی آنکھوں سے نکلا ہے

دوزخ کیا ہے بے فائدہ رنج کا احساس ہے
اور جنت کیا ہے آرام و سکون کا لمحہ ہے

(۹۹)

چوں چرخ بکام یک خردمند نگشت
خواہی تو فلک ہفت شمر خواہی ہشت

چوں باید مرد آرزوہا ہمہ است
چہ مور خورد بگور چہ گرگ بدشت

ہر چیز کی حقیقت پر غور کرنے والا خیام کہتا ہے کہ چاہے تم سات آسمان ثابت کرو چاہے آٹھ لیکن عقلمند کے نزدیک کارخانۂ عالم پر ان کی گردش کا کوئی اثر نہیں ہے۔ اس زندگی میں جسم خاکی کے لئے لاکھوں آرزوئیں اور تمنائیں پیدا کر لو لیکن میاں یہ جسم تو ایک بیکار چیز ہے مرنے کے بعد چاہے اس کو چیونٹیاں کھا جائیں چاہے بھیڑئے چیر پھاڑ کر کھائیں سب برابر ہے ❖

(۱۰۰)

شادی مطلب کہ حاصل عمر دمے است
ہر ذرہ زخاک کیقبادے وجمے است

احوال جہان واصل ایں عمر کہ ہست
خوابے وخیالے وفریبے ودمے است

انجام کار کو دیکھنے والا خیام کہتا ہے کہ خوشی ست ڈھونڈھ اس لئے کہ حاصل عمر ایک دم ہے یہ خاک کے ذرہ جو ہوا کے ساتھ منتشر ہوتے رہتے ہیں ان میں کیقباد اور جم جیسے بادشاہوں کی خاک کے بھی ذرے ہیں۔ جن کو ہر قسم کے آرام و آسائش میسّر تھے اس دنیا کا حال اور اس عمر کی اصل کیا ہے بس ایک خواب ایک خیال فریب اور مکاری ہے بقاؤ دوام تو دار آخرۃ ہی کو ہے ❖

(۱۰۱)

ایں کہنہ رباط را کہ عالم نام است
آرام گہِ ابلقِ صبح و شام است
بزمے است کہ و اماندۂ صد جمشید است
قصریست کہ تکیہ گاہِ صد بہرام است

خیام کہتا ہے کہ یہ پرانی سرائے جس میں تجھ سے پہلے بے گنتی مسافر آئے ٹھہرے اور چلے گئے اس پرانی سرائے کا نام عالم ہے اور یہ دنیا صرف ابلقِ صبح و شام کے آرام کرنے کا ٹھکانا ہے یہ دنیا ایک ایسی بزم ہے جس کی زینت سینکڑوں جمشید جیسے بادشاہوں سے ہوئی ہے اور یہ دنیا ایک ایسا محل ہے کہ جس میں سینکڑوں بہرام جیسے بادشاہوں نے ذرا دیر بیٹھ لگائی اور چلدیئے ہیچ ہے۔

عجب سرا ہے یہ دنیا کہ جس میں شام و سحر
کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

(۱۰۲)

آں قصر کہ بہرام درو جام گرفت
روبہ بچہ داد و شیر آرام گرفت
بہرام کہ گور می گرفتے دائم!
بنگر کہ چگونہ گورِ بہرام گرفت

دنیا کی بے ثباتی پر خیام کہتا ہے کہ وہ محل جس میں بہرام جیسا بادشاہ بیٹھکر شراب پیا کیا کرتا تھا اس کا معلوم ہے کیا حشر ہوا وہ محل ایسا اجاڑ ہو گیا کہ اسمیں لومڑی نے بچہ جنے اور شیروں کا مسکن بنگیا

پھر بہرام کا حشر بھی معلوم ہے کیا ہوا بہرام
جو گور خر پکڑا کرتا تھا ایکدن اسی بہرام کو گور (قبر) نے پکڑ لیا۔ فاعتبروا۔

(۱۰۲)

ہر چند کہ رنگ و بوے زیباست مرا
چوں لالہ رخ و چو سرو بالاست مرا
معلوم نشد کہ در طرب خانۂ خاک
نقاش من از بہر چہ آراست مرا

خیام عالم حیرت میں پہونچکر عقل کے عجز کا اقرار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہر چند میرا رنگ روپ بہت اچھا ہے میں لالہ رو بھی ہوں اور سرو قد بھی لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اس عالم خاکی میں مجھکو کس لئے پیدا کیا گیا ہے۔

(۱۰۳)

آں بہ کہ دریں زمانہ کم گیری دوست
با اہل زمانہ صحبت از دور نکوست
آں کس کہ بجملگی ترا تکیہ براوست
چوں چشم خرد باز کنی دشمنت اوست

زمانہ اور اہل زمانہ کی شکایت کرتے ہوئے خیام کہتا ہے کہ اس زمانے میں یہ ہی بہتر ہے کہ دوست کم بنا اہل زمانہ سے دور کی صاحب سلامت اچھی ہے۔ جس شخص پر تجھ کو کامل اعتماد ہو گا اگر غور کرے گا تو وہی تیرا دشمن نکلے گا۔

(۱۰۴)

با دشمن و دوست فعل نیکو نیکوست
بد کے کند آنکہ نیکیش عادت و خوست

با دوست چو بد کنی شود دشمنِ تو
با دشمن اگر نیک کنی گردد دوست

مرنجان و مرنج خیّام کہتا ہے کہ دشمن ہو یا دوست سب کے ساتھ بھلائی کر کیونکہ بھلائی ہمیشہ بھلائی ہی ہے جس کی عادت و خصلت اچھی ہوگی وہ کسی کے ساتھ بُرائی نہیں کریگا برائی ایسی چیز ہے کہ اگر دوست کے ساتھ کی جائے تو وہ بھی دشمن ہو جائے گا اور بھلائی ایسی چیز ہے کہ دُشمن کو دوست بنا دیتی ہے ؂

(۱۰۵)

خیّام کہ خیمہائے حکمت میدوخت
در کورۂ غم فتاد و ناگاہ بسوخت

مقراضِ اجل طناب عمرش چو برید
دلاّل قضا بہ رائیگانش بفروخت

خیّام وہ خیّام جس نے حکمت و فلسفہ کے خیمہ کھڑے کردئے تھے اس کے وہ خیمے (یعنی اس کی حکمت و فلسفہ کی پونجی) اس ظلمتکدۂ غم میں سب نذرِ آتش ہوگئے۔ جب اجل نے دنیا سے چلنے کا حکم سنایا تو دلاّل قضا نے وہ ساری پونجی کوڑیوں کے بھاؤ بیچ ڈالی۔

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا

(۱۰۶)

خیّام زبہر گنہ ایں ماتم چیست
در خوردنِ غم فائدہ بیش وکم چیست
آں راکہ گنہ نکرد غفراں بنود
غفراں زبرائے گنہ آمد غم چیست

اپنے خالق ومعبود مطلوب ومقصود کی ذات پر کامل بھروسہ کر کے کہتا ہے کہ اے خیّام اپنے گناہوں پر اس قدر ماتم کیوں کرتا ہے اس کا غم کرنے سے نہ کمی کا فائدہ ہے نہ زیادتی کا اپنے معبود کی رحمت پہ بھروسہ رکھ اور خوب سمجھ لے کہ بخشش تو گناہوں کی ہوگی یعنی بخشش کا ظہور تو اسی وقت ہوگا جب گناہ کئے جائیں گے اور جب گناہ ہی نہ ہوں گے یعنی گنہگار نہ ہوں گے تو پھر بخشش کس کے لئے ہوگی ؀

ترندی کی حدیث ہے کہ حضرت ابوصرمہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ایوب رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے فرمایا میں نے تم لوگوں سے ایک بات چھپا رکھی ہے جو حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی میں نے فرماتے سنا کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالےٰ ایک مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتی اور اللہ اسے بخشدیتا ؀

موقوف جرم ہی پہ کرم کا ظہور تھا
بندے اگر قصور نہ کرتے قصور تھا

---

(۱۰۷)

اے دل چو نصیب تو ہمہ خوں شد نست
احوال تو ہر لحظہ دگرگوں شد نست

اے جاں تو دریں تنم چہ کار آمدۂ
چوں عاقبتِ کارِ تو بیروں شدنیست

خیام کہتا ہے کہ اے دل جبکہ تیری قسمت میں خون ہونا یعنی برباد ہونا ہی ہے اور ہر دم تیرا حال دگر گوں ہونا لکھا ہے اور اے جان تو اس جسم میں کس لئے داخل ہوئی جب کہ تیرا انجام اس جسم سے جدا ہونا ہے ÷

(۱۰۸)

نہ لائقِ مسجدم نہ درخورِ کنشت
ایزد داند گلِ مرا از چہ سرشت
چوں کافر درویشم و چوں قحبۂ زشت
نہ دین و نہ دنیا و نہ امید بہشت

کہتا ہے کہ میں نہ تو اس قابل ہوں کہ مسجد میں جاؤں اور نہ اس قابل ہوں کہ بتخانہ میں جاؤں خدا ہی واقف ہے کہ میں کس مٹی سے بنایا گیا ہوں یعنی کس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہوں میں تو ایک کافر درویش ہوں یا ایک بدنصیب قحبہ کی طرح ہوں نہ دین حاصل ہے نہ دنیا اور نہ بہشت کی امید ÷

(۱۰۹)

یارب تو کریمی و کریمی کرم است
عاصی زچہ رو بردں زباغِ ارم است
با طاعتم ار بہ بخشی آں نیست کرم
با معصیتم اگر بہ بخشی کرم است

خیام اپنے معبود سے عرض کرتا ہے کہ اے اللہ تو تو کریم ہے اور کریمی ہی کرم ہے پھر کیا وجہ ہے کہ گنہگار جنت سے محروم ہوں گے خداوندا اگر عبادت و

زہد پر بخشش منحصر ہے تو اے میرے خالق یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی اور نہ یہ کرم ہوا البتہ باوجود گناہوں کے اگر میں بخشا جاؤں تو یہ ضرور کرم اور مہربانی ہے ؎

(۱۱۰)

من بندۂ عاصیم رضائے تو کجاست
تاریک دلم نور صفائے تو کجاست
مارا تو بہشت گر بہ طاعت بخشی
ایں مزد بود لطف و عطائے تو کجاست

عرفانِ الٰہی کی شراب کا متوالا خیام اپنے معشوق حقیقی کے ساتھ راز دنیاز میں مشغول ہے کہتا ہے کہ میں تو تیرا ایک گنہگار غلام ہوں اور تیری صرف تیری رضامندی اور خوشنودی کا طالب آخر تیری رضامندی اور خوشنودی کہاں ہے میرا یہ تاریک دل اندھیرا گھر تیرے ہی نور سے جگمگا سکتا ہے تو بتا تو وہ نور وہ تیری تجلی کہاں ہے جو میرے اس تاریک دل کو روشن اور منور کر دے کیا وہ انہیں لوگوں کے دل میں ہوتی ہے جو ظاہری اور ریاکاری کی عبادت کرتے ہیں اچھا یہ تو بتادے کہ بہشت کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ عبادت کرنیوالوں کو عطا ہوگی اور اگر واقعی ایسا ہوا تو پھر یہ تو کھلی ہوئی مزدوری ہوگی۔ ہم نے عبادت کر دی تیرے نام کی چار ٹکریں لگالیں تونے بہشت دیدی لیکن اس سے کریمی اور لطف و عطا سے کیا واسطہ تیرا رحم و کرم تو اسی وقت معلوم ہوگا کہ لغیر ظاہری بندگی کے بخشدیا جاؤں ؎

(۱۱۱)

کو مطرب و مے تا بدہم دادِ صبوح
خوش وقت دلے کہ می کند یادِ صبوح

ما را بجہاں چیز می باید خوش
سرمستی و عاشقی و فریاد صبوح

مست الست خیام کہتا ہے کہ مطرب کہاں ہے شراب کہاں ہے لاؤ یہ صبح کا سہانا وقت اس قابل ہے کہ اس کی داد دیجائے وہ دل (یعنی وہ لوگ) کیسے خوش نصیب ہیں جو اس وقت اپنے پروردگار کو یاد کرتے ہیں پھر کہتا ہے کہ دنیا میں سب مجھے صرف تین چیزیں چاہیئے ہیں اور بس سرمستی عاشقی اور صبح کے وقت کی مناجات ؛

(۱۱۴)

چوں می گذرد عمر چہ شیریں و چہ تلخ
پیمانہ چو پر شود چہ بغداد و چہ بلخ
مے نوش کہ بعد از من و تو ماہ بسے
از سلخ بغرّہ آید و غرّہ بسلخ ؛

دنیا کی ہر چیز کو نگاہِ تحقیر سے دیکھنے والا خیام کہتا ہے کہ جب یہ عمر گذرنے والی ہے اور گذر رہی ہے تو پھر اس سے کیا مطلب کہ اچھی طرح گزرتی ہے یا بری طرح اور جب پیمانۂ عمر لبریز ہو گیا تو خواہ بغداد میں مرے یا بلخ میں جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

جو آہنگ رفتن کند جانِ پاک
چہ بر تخت مردن چہ بر روئے پاک

جب جان نکلنے کا ارادہ کرے تو پھر تخت پر مرنا اور مٹی پر مرنا سب برابر ہے پھر کہتا ہے کہ شراب (معرفت) پی کہ میرے اور تیرے بعد چاند سلخ سے غرّہ میں آئے گا اور غرّہ سے سلخ میں۔ سلخ بکری کی کھال اتارنے کو بھی کہتے

ہیں اور اس دن کو بھی کہتے ہیں جس دن کی شام کو چاند نکلنے والا ہوتا ہے اور غرۃ چاند کی رات کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میرے تیرے بعد یہ زمانہ اور گردشِ لیل و نہار تو اسی طرح قائم رہیگی ❊

(۱۱۳)

بنگر ز جہاں چو طرب بر بستم ہیچ
وز حاصلِ عمر چیست در دستم ہیچ
شمعِ طربم ولے چو بنشستم ہیچ
من جامِ جمم ولے چو بشکستم ہیچ

خیام کہتا ہے کہ دیکھ اور غور کر دنیا سے جو خوشیاں یعنی جو امیدیں باندھی تھیں وہ سب ہیچ ہو گئیں اور حاصلِ عمر تہی دستی کے سوا کچھ نہیں پھر کہتا ہے کہ میں شمعِ طرب ہوں لیکن جب شمع گل ہو گئی یعنی فنا ہو گیا تو ہیچ ہوں میں جام جم ہوں لیکن جب ٹوٹ گیا تو بالکل بیکار ہو گیا ❊

(۱۱۴)

قدرِ گل و مل بادہ پرستاں دانند
نے تنگدلاں و تنگ دستاں دانند
از بے خبری بے خرداں معذوراند
ذوقیست دریں بادہ کہ مستاں دانند

بادۂ عرفان کا مستِ الست خیام کہتا ہے کہ موسمِ بہار اور شراب کی قدر تو بادہ پرست ہی جانتے ہیں یعنی جو لوگ معرفتِ الٰہی کا ذوق رکھتے ہیں وہی اس کی لذت سے آگاہ ہیں تنگدل یعنی تنگ ظرف ظاہر پرست کیا جانیں جنہیں فطرت سے عقلِ سلیم اور ذوقِ سلیم نہیں عطا ہوا ہے وہ بے خبری کی وجہ سے

معذور ہیں اس بادہ (معرفت) میں جو ذوق دلذت ہے اس کو وہی لوگ جانتے ہیں جو مست ہیں ؎

(۱۱۵)

زآوردنِ من نبود گردوں را سود
وز بُردنِ من جاہ وجلالش نفزود
وز ہیچ کسے نیز دو گوشم نشنید
کاوردن وبردنِ من از بہر چہ بود

خیام عالم حیرت میں پہونچکر کہتا ہے کہ معلوم نہیں میرے یہاں لانے میں کیا مقصد تھا اور نہ یہ معلوم ہے کہ ہست سے پھر نیست کرنے میں کیا مصلحت ہے اس کے علاوہ میں نے کسی اور سے بھی اس کی مصلحت کے متعلق کچھ نہیں سنا کہ نیست سے ہست اور ہست سے نیست میں کیا مصلحت ہے۔

بجتا ہی رہا یہ سازِ ہستی ہیہات
مر کر بھی کھلا نہ رازِ ہستی ہیہات
پایاں نہیں قصہ مختصر کچھ تیرا!
اے طولِ شبِ درازِ ہستی ہیہات

(۱۱۶)

بوئے خوشِ گل بزخم خارے ارزد
گر بادہ خوری ہم بخمارے ارزد
یارے کہ از و ہزار جاں تازہ شود
انصاف بدہ کہ انتظارے ارزد

کہتا ہے کہ گلِ مراد حاصل کرنا اور اس کی خوشبو سونگھنا کچھ آسان نہیں ہے

پھول حاصل کرنے کے لئے کانٹوں کے زخم بھی سہنے پڑتے ہیں شراب (معرفت) کا لطف اٹھانے کے لئے خمار کی تکلیف بھی جھیلنا ہی پڑے گی تو پھر ایسا محبوب جس سے لو لگانے میں زندگی میں تازگی آجائے انصاف کرو کیا وہ اس قابل بھی نہیں ہے کہ اس کے لئے انتظار کی تکلیف اٹھائی جائے مطلب یہ ہے کہ راہِ طریقت میں بہت کچھ مصیبتیں اور تکلیفیں ہیں اور لقائے ربانی کے لئے شدید انتظار کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے ؂

(۱۱۷)

دستِ چو منے کہ جام و ساغر گیرد
حیف است کہ آں زیادہ کمتر گیرد
تو زاہد خشکی و منم فاسق تر
آتش نہ شنیدہ ام کہ در تر گیرد

کہتا ہے کہ جب مجھ جیسا آدمی ہاتھ میں جام و ساغر لے یعنی طلب معرفت کا راستہ اختیار کرے تو پھر افسوس ہے کہ شراب پینے میں کمی کرے پھر کہتا ہے کہ تو خشک مغز زاہد ہے تجھ میں وہ تیزی یعنی باطنی لگاؤ کہاں ہے جو مجھ میں ہے پھر میں نہیں سمجھتا ہوں کہ تر چیز کو آگ کیونکر جلائے گی ؂

(۱۱۸)

در ملکِ تو از طاعت من ہیچ فزود
در معصیتے کہ رفت نقصانے بود
بگذار مگیر زانکہ معلوم شد
گیرندہ دیری و گذارندہ زود

اعتراف گناہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میری عبادت و طاعت سے

تیری سلطنت اور خدائی میں کیا کوئی چیز زیادہ ہوجائے گی (ہرگز نہیں) اور اگر کوئی رات دن معصیت میں مبتلا رہے تو کیا تیری خدائی میں کچھ کمی ہوجائے گی (ہرگز نہیں) اس لئے مجھکو معاف کردے کیونکہ مجھکو معلوم ہے کہ تو اپنے بندوں کو دیر میں پکڑتا ہے لیکن جلدی چھوڑ دیتا ہے یعنی معاف کردیتا ہے ۔

(۱۱۹)

چوں رزق تو انچہ عدل قسمت فرمود
یک ذرہ نہ کم شد و نخواہد افزود
آسودہ ز ہر چہ ہست می باید شد
آزادہ ز ہر چہ ہست می باید بُود

کہتا ہے کہ تیری قسمت میں جو کچھ رزق مقدر کر دیا ہے وہ تجھکو ملیگا اور ضرور ملیگا جیسا کہ قرآن شاہد ہے۔ "وفی السماءِ رزقکم" تمہارا رزق آسمان پر ہے اور اس میں ایک ذرہ کے برابر کمی بیشی نہیں ہوسکتی تو پھر جس حال میں بھی رہو آسودہ اور خوشدل رہو ۔

(۱۲۰)

جانم بفدائے آنکہ او اہل بُود
سر در قدمش اگر نہم سہل بُود
خواہی کہ بدانی بہ یقین دوزخ چیست
دوزخ بجہاں صحبتِ نا اہل بُود

میری جان اس پر فدا جو اہل ہو یعنی جو صاحبدل اور صاحب باطن ہو اور ایسے شخص کے قدموں پر سر رکھدینا میرے لئے بہت آسان ہے اگر مجھسے پوچھتے ہو کہ دنیا میں دوزخ کیا ہے تو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ دنیا میں دوزخ

نااہل کی صحبت ہے ۞

(۱۲۱)

آنہا کہ کہن شدند و آنہا کہ نوند
ہر یک بمرادِ خویش یک یک برسند
ایں سفلہ جہاں بکس نماند جاوید
رفتند و روند دیگر آیند و روند

خیام کہتا ہے کہ جو لوگ (طلب مولیٰ میں) بوڑھے ہو گئے ہیں اور جو لوگ (اس رستہ میں) ابھی نئے (نو آموز) ہیں خدا کرے ایک ایک اپنی مراد کو پہونچے رہا یہ جہان یہ تو کسی کے ساتھ ہمیشگی برتتا ہی نہیں ہے یہ سلسلۂ آمد و رفت تو اسی طرح جاری رہے گا ۞

(۱۲۲)

دل چراغے ست کہ نور از رخ دلبر گیرد
در بمیرد زغمش زندگی از سر گیرد
صفتِ شمع بہ پروانہ و لے باید گفت
کیں حدیثیت کہ با سوختگاں در گیرد

کہتا ہے کہ دل ایک ایسا چراغ ہے جو رُخ یار سے روشنی حاصل کرتا ہے اور محبوب کے غم میں مرنے کے بعد نئی زندگی حاصل ہوتی ہے لیکن شمع کی صفت پروانہ سے کہنی چاہیئے کیونکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے دل جلے ہی واقف ہیں ۞

(۱۲۳)

آنہا کہ در آمدند و در جوش شدند
آشفتہ ناز و طرب و نوش شدند
خوردند پیالۂ و مدہوش شدند
در خواب عدم جملہ ہم آغوش شدند

وہ لوگ جو اس دنیا میں آئے اور صرف کھانے پینے اور عیش و طرب میں مشغول رہے شراب عیش کے پیالے پیئے اور اسی کی مدہوشی میں مبتلا رہے وہ سب خواب عدم سے ہم آغوش ہو گئے یعنی ان کی زندگی کا لعدم ہے ؎

(۱۲۴)

آں کس کہ گنہ نبزد او سہل بود
ایں نکتہ بگوید ار کہ او اہل بود ؎
علم ازلی علت عصیاں کردن
نزدیک حکیم غایت جہل بود

خیام کہتا ہے کہ جو لوگ گناہ کی اہمیت نہیں سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک گناہ کرنا آسان ہوتا ہے اگر وہ عقل سے کام لیں تو ان کو یہ نکتہ سمجھنا چاہیئے کہ علم ازلی یعنے باریتعالےٰ کے علم کو گناہ کی علت قرار دینا صاحب عقل اور صاحب حکمت کے نزدیک جہل (سخت ترین گناہ) ہے

مطلب یہ ہے کہ یہ کہنا کہ ہمارا گناہ کرنا اسی کے حکم سے ہے یعنی اس نے ہماری تقدیر میں لکھدیا ہے سخت جہالت اور قدرت پر الزام ہے ہاں اس کو ہمارے کاموں کا علم ہماری پیدائش سے پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے اسکے علم کی مثال یہ ہے کہ دنیا میں جو کام کروڑوں سال بعد کو ہونیوالے ہیں وہ

اس کے سامنے ہر وقت ہوتے ہیں ؂

(۱۲۵)

ایں چرخ جفا پیشۂ دغائے بنیاد
ہرگز گرۂ بستہ کس را نکشاد
ہر جا کہ یکے دید کہ داغے دارد
داغے دگرش بر سر آں داغ نہاد

یہ چرخ یہ جفا پیشہ آسمان اس نے کسی کی بھی مراد پوری نہیں کی اس کا تو یہ کام ہے کہ جہاں ایک داغ دیکھتا ہے وہیں اور داغ پر داغ لگاتا ہے ؂

(۱۲۶)

آں مرد نیم کز عدم بیم آید
آں بیم مرا خوشتر ازیں بیم آید
جانیست بعاریت مرا دادہ خدا
تسلیم کنم چو وقت تسلیم آید

میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو موت کے خوف سے ہائے وائے کرتے ہیں کیونکہ میں اس راز سے آگاہ ہوں کہ موت کیا چیز ہے یہ جان خدائے قدوس نے اس جسم خاکی میں عاریتاً ڈالی ہے اس لئے جب تسلیم و رضا کا وقت یعنی جان جانے کا وقت آئے گا تو میں تسلیم و رضا کا ثبوت دوں گا ؂

جان دی ہوئی اُنھی اسی کی دی

(۱۲۷)

از واقعۂ غم ترا خبر خواہم کرد
واں را بدو حرف مختصر خواہم کرد

با عشقِ تو در خاک فرو خواہم شد
با مہرِ تو سر ز خاک بر خواہم کرد

خیام عارف خیام کہتا ہے کہ اپنی حالتِ غم و اندوہ کو دو لفظوں میں ادا کئے دیتا ہوں میں مروں گا تو تیری ہی یاد میں اور دوبارہ جب خاک سے اٹھایا جاؤں گا تو تیرا ہی نام لیتا ہوا اٹھوں گا ؀

(۱۲۸)

عاقل غم و اندیشۂ لاشے نخورد
جز جام لبالب و پیاپے نخورد
غم در دل و بادہ در صراحی باشد
خاکش بسر آنکہ غم خورد مے نخورد

جس کو عقلِ سلیم عطا ہوئی ہے وہ دنیا کی لاشے اور بیکار و فانی چیزوں کے غم میں مبتلا نہیں ہوتا ہے اس کا کام معرفت کے جام لبالب اور پے در پے پینا ہوتا ہے۔ دل میں سوز و گداز ہو اور صراحی میں بادہ ہو پھر تو اس کے سر پر خاک ہے جو غم کھائے اور شراب نہ پیئے ؀

(۱۲۹)

کم کن طمع از جہاں بمیری خرسند
از نیک و بدِ زمانہ بگسل پیوند
خوش باش دمے چنانکہ ایں دورِ فلک
ہم بگسلد و نماند ایں روزے چند

خیام کہتا ہے کہ دنیا کی طمع کم کر یہاں کی فانی چیزوں سے دل نہ لگا اور زمانہ کے اچھے برے سے تعلق قطع کر دے جو دم گزرتا ہے اس کو خوشی سے گذار دے

جس طرح دورِ فلک یعنی زمانہ گذرتا جاتا ہے اسی طرح عمر بھی گذرتی چلی جاتی ہے ٭

(۱۴۰)

شب نیست کہ عقل در تحیّر نشود
وز گریہ کنارِ من پر از در نشود
پُر مے نشود کاسۂ سر از سودا
آں کاسہ کہ سرنگوں بود پُر نشود

خیام کہتا ہے کہ کوئی رات ایسی نہیں ہوتی ہے کہ عالمِ حیرت میں نہ گذرتی ہو اور کوئی رات بغیر روئے ہوئے نہیں گذرتی یہ سر کا کاسہ مئے معرفت سے پُر نہیں ہوتا ہے یعنی رات کو اگر محبوب حقیقی سے لو نہ لگائی جائے جو پیالہ اوندھا ہوتا ہے وہ مئے سے نہیں بھرتا ہے یعنی جو آنکھیں رات بھر سوتی رہیں ان میں شراب معرفت کا خمار نہیں ہو سکتا ٭

(۱۴۱)

تا بود دلم ز عشق محروم نہ شد
کم بود ز اسرار کہ مفہوم نشد
اکنوں کہ ہمی نگرم از روئے خرد
معلومم شد کہ ہیچ معلوم نشد

انسانی عقل کو اس کی کنہ تک پہونچنے میں نارسا سمجھنے والا خیّام کہتا ہے کہ میرا دل کبھی عشق الٰہی سے محروم نہیں ہوا اسرارِ قدرت کم ایسے ہیں جو میری سمجھ میں نہ آئے ہوں لیکن اس کے باوجود جب عقل کی آنکھیں کھول کر دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تو مجھے کچھ بھی نہیں معلوم ہوا ٭

(۱۳۲)

اجرام کہ ساکنانِ ایں ایوانند
اسبابِ تردد خرد منداند
ہاں تا سرِ رشتہ خرد گم نکنی
کاناں کہ مدبراند سرگرداند

حکیم خیام کہتا ہے کہ یہ اجرامِ فلکی چاند سورج وغیرہ ظاہری عقل رکھنے والوں کے سوچ بچار کے لیئے ہیں جب تک کہ اس ظاہر پرست عقل کو نہیں کھوؤ گے گوہر مقصود حاصل نہیں ہوگا بس اسی سرگردانی میں مبتلا رہو گے کہ کرۂ چاند تک کیونکر رسائی ہو مریخ والوں سے کیسے باتیں کریں وغیرہ وغیرہ ؂

(۱۳۳)

در دہر ہر آنکہ نیم نانے دارد
وز بہرِ نشست آستانے دارد
نہ خادمِ کس نہ مخدومِ کسے
گو شاد بزی کہ خوش جہانے دارد

متوکل خیام کہتا ہے کہ دنیا میں جس شخص کو آدھی روٹی کھانے کو ملتی ہو اور تھوڑا سا ٹھکانا بیٹھ لگانے کو بھی ہو اور یہ سب خبریں بے منت غیرے ہوں نہ کسی کا خادم ہو نہ مخدوم اس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ ہی بہترین زندگی ہے اسی چیز کو ابن یمین نے بھی لکھا ہے چنانچہ کہتا ہے ،

دو قرصِ نان گر از گندم است یا از جو
دو تائے جامہ گر از کہنہ است یا از نو

به چار گوشۂ دیوارِ خود بخاطرِ جمع
کہ کس نگوید ازیں جا بخیز و آنجا رو
ہزار بار فزوں تر نہ بہ زِ ابن یمین
ز فرِ سلطنتِ کیقباد و کیخسرو

کہتا ہے دو روٹیاں خواہ گیہوں کی ہوں خواہ جو کی دو کپڑے چاہے نئے ہوں یا پرانے اپنے گھر کی چار دیواری کے اندر آزادی کے ساتھ ملجائیں ایسی صورت سے کہ کوئی یہ کہنے والا نہ ہو کہ یہاں سے اٹھ اور وہاں بیٹھ تو ابن یمین کے نزدیک کیقباد اور کیخسرو کی سلطنت سے ہزار درجہ بڑھ کر ہے ؂

(۱۳۷)

زاں پیش کہ غمہات شبیخوں آرند
فرمائی کہ تا بادۂ گلگوں آرند ؂
تو زر نۂ اے غافلِ ناداں کہ ترا
در خاک نہند و باز بیروں آرند

زندگی کے قیمتی لمحوں کو کام میں صرف کرنے کے متعلق خیام کہتا ہے کہ اس سے پہلے کہ تیرے دل پر رنج و غم چھاپہ ماریں بادۂ (معرفت) گلگوں سے شغل کر او ناداں انسان اتنا تو غور کر کہ تو سونا تو ہے نہیں کہ زمین میں لوگوں کی نظروں سے چھپا کر دفن کر دیتے ہیں اور ضرورت کے وقت پھر نکال لیتے ہیں تجھ کو تو جب زمین میں دفن کر دیا پھر واپس آنا ہی نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے یہاں جو کچھ حاصل کرنا ہے کرے مرنیکے بعد پھر تو اس دارِ عمل میں واپس آنا نہیں ہے ؂

(۱۳۵)

در دہر چو آوازۂ گل تازہ دہند
فرمائے پیالہ مے بہ اندازہ دہند
از دوزخ واز بہشت واز حور قصور
فارغ بنشیں کہ آں خود آوازہ دہند

کہتا ہے کہ جب بہار کا موسم شروع ہو اور اپنی دنیا شباب پر ہو تو انداز کے ساتھ شراب پی اور حور و قصور جنت دوزخ کے جھگڑوں میں نہ پڑ صرف محبوب حقیقی سے دل کو لگا یہ جنت و دوزخ تو ایسی چیزیں ہیں کہ جو جس کے لائق ہو گا وہاں بلا بلا کر اور پکڑ پکڑ پہونچا دیا جائے گا ؛

(۱۳۶)

قومے زگزاف در غرور افتادند
قومے زپئے حور و قصور افتادند
معلوم شود چو پردہا بردارند ؛
کز کوئے تو دور دور افتادند

خیام کہتا ہے کہ کچھ لوگ اپنی عقلوں پر ناز کر کے غرور اور تمرّد میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ یہ سب دنیا اپنے آپ سے بن گئی ہے نہ خدا ہے نہ رسول ہے دنیا کا کارخانہ یوں ہی چلتا ہے کچھ لوگ ایسے ہیں جو حور و قصور اور جنت کے لالچ میں دھڑا دھڑ رکوع سجدے کئے جاتے ہیں میاں حقیقت تو جب کھلیگی جب یہ خاکی حجاب آنکھوں کے سامنے سے اُٹھے گا اس وقت معلوم ہو گا کہ سب اصل مقصود سے کتنی کتنی دور پڑے ہوئے تھے ؛

(۱۳۷)

آں روز کہ توسنِ فلک زین کردند
وآرائشِ مشتری و پرویں کردند
ایں بود نصیبِ ما ز دیوانِ قضا
مارا چہ گناہ قسمتِ ما ایں کردند

جس دن توسنِ فلک پر زین کسی گئی ہے یعنی دنیا کا کارخانہ چلایا گیا اور مشتری اور پرویں وغیرہ سے اس دنیا کو سجایا گیا ہے ہمارے نصیب میں تو دیوان قضا نے شرابِ الست کی مستی و خرابی لکھدی تھی لوگوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تم میرے اوپر کیوں لعن طعن کرتے ہو میں تو روز ازل سے ہی اس شراب کا متوالا ہوں میرے تو نصیب ہی میں یہ لکھا ہوا تھا۔

(۱۳۸)

عمرت تا کے بہ خود پرستی گذرد
یا در پے نیستی و ہستی گذرد
مے خور کہ چنیں عمر کہ غم در پے اوست
آں بہ کہ بخواب یا بہ مستی گذرد

خیام کہتا ہے کہ یہ عمر عزیز کب تک خود پرستی کی نذر ہوگی یا ہست و نیست کے جھگڑوں میں کب تک پھنسے رہو گے شراب معرفت پیو ایسی عمر جس کے پیچھے سینکڑوں غم لگے ہوں بہتر ہے کہ خواب میں یا مستی میں گزار دی جائے خواب سے مراد حکیم کی یہ نہیں ہے کہ شام سے چادر تان کر سوئے تو صبح کر دی بلکہ خواب سے مراد عالم استغراق ہے۔

(۱۳۹)

عشقے کہ مجازی بُود آبش نبُود
چوں آتش نیم مردہ تابش نبُود
عاشق باید کہ سال وماہ وشب وروز
آرام وقرار خور و خوابش نبُود

عاشق حقیقی خیام کہتا ہے کہ عشق مجازی (یعنے غیر اللہ سے) میں لطف کہاں ہے عشق مجازی جس کو صوفی تقرب الی اللہ کا ذریعہ کہتے ہیں ایسا ہے جیسے بجھی ہوئی آگ عاشق حقیقی تو ہمیشہ کے لئے آرام و قرار اور خورد خواب کو تج دیتا ہے مطلب ہے کہ عشق مجازی فانی چیز ہے اور حقیقی عشق کو ہمیشگی حاصل ہے ؛

(۱۴۰)

دردہر کسے بہ گلعذارے نرسید
تا بر دلش از زمانہ خارے نرسید
در شانہ نگر کہ تا بصد شاخ نشد
دستش بسرِ زلفِ نگارے نرسید

کوئی شخص بھی اپنے محبوب و مقصود تک اس وقت تک نہیں پہونچ سکتا ہے جب تک کہ زمانہ کی سختیاں اور مُصیبتیں نہ جھیلے کنگھی کو دیکھو کہ جب تک سینکڑوں جگہ سے اس کا سینہ شگاف نہیں ہو جاتا ہے اس وقت تک حسینوں کی زلف تک رسائی حاصل نہیں ہوتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ طلب مولیٰ میں ہر قسم کی تکلیفیں جھیلنی پڑتی ہیں دین ودنیا جان ومال سب ہی کچھ تج دینا پڑتا ہے جب انسان منزل مقصود تک پہونچتا ہے ؛

(۱۴۱)

یک جام ہزار مرِ بادیں ارزد
یک جرعۂ مے مملکتِ چیں ارزد
در روئے زمین چیست زیادہ خوشتر
تلخی کہ ہزار جانِ شیریں ارزد

شرابِ معرفت کا ایک پیالہ بہ لحاظ قدر و قیمت ہزاروں داعظانِ خشک کے برابر ہے اُس کے ایک گھونٹ کی قیمت سلطنتِ چین سے کم نہیں جب یہ ایسی چیز ہے تو پھر انصاف کرو کہ روئے زمین پر اس سے بہتر کونسی چیز ہوسکتی ہے یہ ہی ایک چیز ہے جس کی تلخی یعنی جس کی تکلیفوں اور مصیبتوں پر ہزار جانیں ہوں تو قربان کردی جائیں۔

ذوقِ ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

(۱۴۲)

تا یار شرابِ جاں فزایم نہ دھد
صد بوسہ فلک بر سر و پایم نہ دھد
گویند کہ توبہ کن اگر وقت آید
چوں توبہ کنم اگر خدایم نہ دھد

کہتا ہے کہ جب تک میرا محبوب حقیقی اپنی معرفت و محبت کی شراب کا جام نہ پلائے میرا مرتبہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ آسمان بھی مجھ پر رشک کرے لوگ کہتے ہیں کہ تو (اپنی ان سرمستیوں) سے توبہ کر لیکن جب خدا ہی نے مجھکو یہ نعمت عطا فرمائی ہے تو پھر توبہ کیونکر کر سکتا ہوں ؂

(۱۴۳)

گر یارِ من اندر ترک طامات کنند
غمہائے مرا بہ مے مکافات کنند
چوں در گذرم خاک مرا خشت کنند
در رخنۂ دیوارِ خرابات کنند

یہ ملامت کرنے والے اگر میرے دوست ہیں تو ان کو چاہیئے کہ میرے اوپر ملامت نہ کریں بلکہ چاہیئے ہے کہ میرے غموں کا مکافات کریں اور میرے مرنیکے بعد میری مٹی سے اینٹیں بنا کر خرابات میں جہاں جہاں مرمت کی ضرورت ہو وہاں وہاں ان اینٹوں کو لگائیں۔ حافظ

گر اے زاہد دعائے خیری گوئی مرا ایں گو
کہ ایں آوارۂ کوئے بتاں آوارہ تر بادا

(۱۴۴)

می باید بُود مردمی باید بُود
سر تا بہ قدم دردمی باید بُود
دایم سبقے زعشق می باید خواند
در کوچۂ دوست گردمی باید بُود

کہتا ہے کہ آدمی کو مردانگی اختیار کرنا چاہیئے ہے اور سرتاسر درد بننا چاہیئے ہے۔

ہمیشہ عشق کا سبق پڑھنا چاہیئے اور اپنے کو کوچۂ دوست میں خاک کر دینا چاہیئے ہے۔

اسی کو کہتے ہیں کہ "طالبِ مولیٰ مذکر" +

(۱۴۵)

مسکین تنِ من کہ در غریبی فرسود
آوارہ ز خانماں نمی دارد سود
عمرم بگذشت و یک زماں شاد نبود
تا عاقبتم اجل کجا خواہد بود

یہ جسم اس دنیا کی مسافرت میں فرسودہ ہو گیا میں ایک ایسا آوارہ ہوں جو گھر بار سے آسودہ ہوا ہی نہیں ساری عمر اسی بربادی میں گذر گئی اور ایک لمحہ بھی اس دنیا میں حقیقی خوشی کا میسّر نہیں ہوا اب ایک مرحلہ مرنے کا باقی ہے وہ دیکھئے کہاں پورا ہوتا ہے۔

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام
ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

(۱۴۶)

در راہ چناں رو کہ سلامت نکنند
با خلق چناں زی کہ قیامت نکنند
در مسجد اگر روی چناں رو کہ ترا
در پیش نخواہند و امامت نکنند

مساوات و حریت کا علم بردار خیام کہتا ہے کہ راستہ میں اس طرح چلو کہ لوگ تمہیں سلام نہ کریں مطلب یہ ہے کہ اپنی چال کو ایسا نہ بناؤ کہ خود تمہارے دل میں یہ جذبہ پیدا ہو کہ لوگ مجھے سلام کریں اور لوگوں کے ساتھ اس طرح زندگی بسر کرو کہ تم کسی کے لئے قیامت (وبال و مصیبت) نہ بن جاؤ اگر مسجد میں جاؤ تو اس طرح کہ لوگوں پر اپنا تقدس اور رعب نہ جماؤ کہ وہ مقدس سمجھکر

امام بننے کی خواہش کریں +

(۱۴۷)

در راہِ خرد بجز خرد رامپسند
چوں ہست رفیقِ نیک بد رامپسند
خواہی کہ ہمہ جہاں ترا بپسندند
می باش بخوشدلی و خود رامپسند

خیام کہتا ہے کہ عقل صحیح کے معنی یہ ہیں کہ معقولیت پسند بنو اور اچھی صحبت کے سوا بری صحبت نہ اختیار کرو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تم سے محبت کریں تو خوشدل رہو اور خود پسند نہ بنو +

(۱۴۸)

خواہی کہ ترا رتبتِ ابرار رسد
مپسند کہ کس راز تو آزار رسد
از مرگ میندیش و غم رزق مخور
کیں ہر دو بوقت خویش ناچار رسد

اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے ابرار (نیکوں) کا مرتبہ حاصل ہو تو کسی کو آزار نہ پہنچا اور موت سے خوف نہ کر کیونکہ یہ نیکوں کی پہچان ہے کہ وہ مرنے سے نہیں ڈرتے ہیں اور ہر وقت اس عالم فانی سے عالم روحانی میں جانے کی تمنا کرتے ہیں اور روزی کے پیچھے بھی اس طرح نہ پڑ کہ یادِ خدا سے غافل ہو جائے اور حلال و حرام کی تمیز باقی نہ رہے اس لئے کہ یہ دونوں چیزیں یعنی موت اور رزق ایسی ہیں کہ چار و ناچار اپنے وقت پہ پہونچ ہی جاتی ہیں +

(۱۴۹)

درچرخ بانواع سخنہا گفتند
ایں بےخبراں گوہر دانش سفتند
واقف چو نگشتند بر اسرارِ فلک
اول زنپچے زدند و آخر خفتند

حکیم فلاسفر اور تقویم کا ماہر خیام خود اپنے فلسفہ و نجوم اور تقویم کی دھجیاں بکھیر کر کہتا ہے کہ ان نادانوں نے جو نجوم و رمل پر بھروسہ کرکے غیب کی باتیں بتاتے ہیں پہلے تو عقلی نشانے لگا کر افلاک کے متعلق طرح طرح کی چہ میگوئیاں کیں اور ان بےخبروں نے اپنی دانست میں بہت کچھ عقل کے موتی پروئے لیکن پھر بھی اسرارِ الٰہی تک دسترس نہ ہو سکی پہلے تو زائچہ تیار کیا اور احکام لگائے لیکن معلوم ہوا کہ یہ سب اٹکل پچو باتیں ہیں تو سو گئے یعنی ندامت سے خاموش ہو گئے ⁂

(۱۵۰)

گویند بہ حشر گفتگو خواہد بود
واں یارِ عزیز تندخو خواہد بود
از خیر محض جز نکوئی ناید
خوش باش عاقبت نکو خواہد بود

لوگ کہتے ہیں کہ حشر میں خدا اپنے بندوں سے گفتگو کرے گا اور اس دن حق سبحانہٗ تعالےٰ جلال میں ہوگا خیام کہتا ہے کہ یہ تو بڑی اچھی بات ہے مانا سہی کہ قہر و جلال میں ہوگا لیکن بات تو کرے گا دیدار تو ہوگا پھر اس سے بڑھکر اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے ⁂

(۱۵۱)

آورد بہ اضطرابم اول بہ وجود
جز حیرتم از حیات چیزے نہ فزود
رفتیم باکراہ و ندانیم چہ بُود
زیں آمدن و بودن و رفتن مقصود

کہتا ہے جب نیست سے ہست کیا تو اس میں ہمارا کیا اختیار تھا پھر زندگی میں سوائے اس کے کہ حیرت بڑھتی جائے اور کچھ اضافہ نہ ہوا جب دنیا سے چلنے کا وقت آیا تو یہ بھی چارو ناچار تھا الغرض اس آنے جانے اور قیام کا مطلب کچھ سمجھ میں ہی نہیں آیا۔ بقول شاعر

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

(۱۵۲)

آنہا کہ خلاصۂ جہاں انسانند
بر اوجِ فلک براق ہمت رانند
در معرفتِ ذات تو مانند فلک
سرگشتہ و سرنگوں و سرگردانند

کہتا ہے کہ جو لوگ خلاصۂ کائنات (اہل اللہ) ہیں جن کا براقِ ہمت فلک الافلاک تک پہونچتا ہے لیکن معرفت الٰہی میں ان کا توسنِ ہمت بھی عاجز رہ جاتا ہے۔ بقول حافظ

کس ندانست کہ منزلگہ آں یار کجاست
ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

(۱۵۳)

افسوس کہ نامۂ جوانی طے شد
ویں تازہ بہارِ شادمانی طے شد
واں مرغ طرب کہ نام او بود شباب
فریاد کہ آمد و ندانم کے شد

افسوس جوانی کا وہ زمانہ جس کے نشہ میں انسان بدمست ہوتا ہے ختم ہو گیا اور شادمانیوں کی دنیا پر بھی خزاں آگئی اور وہ خوشیوں کا زمانہ جس کا نام شباب تھا ختم ہو گیا واحسرتا کہ یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ وہ زمانہ کب آیا اور کب گیا بقول غالب

کیا پوچھتے ہو تم کہ جوانی کدھر گئی
بدنام کرنے آئی تھی بدنام کر گئی

(۱۵۴)

کس را پس پردۂ قضا راہ نشد
وز سرِ خدا ہیچ کس آگاہ نشد
ہر کس ز سرِ قیاس چیزے گفتند
معلوم نہ گشت و قصہ کوتاہ نشد

کسی شخص کو بھی قضا و قدر کے حالات نہ معلوم ہوئے اور خدا کے بھیدوں سے کوئی بھی آگاہ نہ ہوا ہر شخص نے اپنی اپنی عقل کے موافق قیاس دوڑائے لیکن کسی کو کچھ پتا نہ چلا اور یہ قصہ کبھی ختم نہ ہوا +

(۱۵۵)

یک نان بدو روز شود حاصلِ مرد
وز کوزۂ شکستہ دمے آبے سرد

ماموِر کسے دگر چرا باید بوُد
تا خدمتِ چوں خودے چرا باید کرد

بندۂ توکل و قناعت خیام کہتا ہے کہ اگر دو روز میں بھی کسی شخص کو ایک روٹی آزاد رہکر مل جائے اور ایک ٹوٹے ہوئے کوزہ میں دو گھونٹ پانی کے تو پھر کیوں انسان کسی کی چاکری کرے اور اپنے ہی جیسے انسان کے سامنے کیوں ہاتھ باندھکر کھڑا ہو۔ بقول مولوی اسمٰعیل

ملے خشک روٹی جو آزاد رہکر۔
تو ہے خوف و ذلت کے حلوے سے بہتر

(۱۵۶)

آنہا کہ جہاں زیرِ قدم فرسودند
وندر طلبش ہر دو جہاں پیمودند
آگاہ نمی شوم کہ ایشاں شب و روز
زیں حال چنانکہ ہست آگہ بودند

خیام کہتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا کو چھان ڈالا اور اس کی طلب میں دو جہان کا گز بنگئے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ واقعیُ وہ تمام حالات سے واقف تھے ٭

(۱۵۷)

فردا کہ نصیب نیک بختاں بخشند
قسمے بمنِ رندِ پریشاں بخشند
گر نیک آیم مرا از ایشاں شمرند
ور بد باشم مرا بدیشاں بخشند

بزرگانِ دین سے عقیدت رکھنے والا خیام کہتا ہے کہ کل قیامت کیدن

جب نیکوں کو ان کا صلہ عطا ہوگا تو مجھ رند پریشان کا حساب کتاب بھی ہوگا
اگر میں نیک ثابت ہوا تو میرا شمار نیکوں میں ہوگا۔ ....
..........اور اگر برا ثابت ہوا تو پھر مجھکو ان ابرار و اخیار کے
طفیل میں بخشدیا جائے گا جیسا کہ سعدی رح فرماتے ہیں۔

شنیدم کہ در روزِ امید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

(ترجمہ) میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ عز و جل بروں کو نیکوں کے طفیل میں بخشدیگا +

(۱۵۸)

گویند کہ مرد را ہنر می باید
یا نسبتِ عالی بہ پدر می باید
امروز چناں شد است در نوبتِ ما
کیں ہا ہمہ ہیچ است زر می باید

اہل کمال کی بے قدری کی شکایت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ مسلمات سے ہے کہ آدمی کو باہنر ہونا چاہیئے یا اپنے اسلاف کے ساتھ نسبت عالی ہونا چاہیئے لیکن آج ایسا زمانہ آگیا ہے کہ یہ سب چیزیں ہیچ ہوگئیں کچھ نہیں چاہیئے صرف چند سفید ٹکلیاں ہوں۔

ہر چہ باشی باش لیکن اندکے زردار باش

(۱۵۹)

عمرِ تو چہ دو صد و چہ سی صد چہ ہزار
زیں کہنہ سرا بروں بر اندت ناچار

گر بادشہی دگر گدائے بازار
ایں ہر دو بیک نرخ بود آخر کار

کہتا ہے کہ تیری عمر اگر دو سو برس کی ہوئی یا تین سو برس کی یا ہزار برس کی لیکن انجام کار ایک دن ایسا آئے گا کہ چار و ناچار اس سرائے فانی سے نکالا جائے گا اگر تو بادشاہ ہے یا بازار میں بھیک مانگنے والا آخری نتیجہ دونوں کے لئے یکساں ہے اور آخر میں دونوں کا ایک ہی نرخ ہو جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ شاہ و گدا دونوں اس مٹی کے گڑھے میں جلتے ہیں اور دونوں اس راستہ میں برابر ہو جاتے ہیں +

(۱۶۰)

اے خواجہ فقیہ گر ترا ہست خبر
چندیں ز حسد منگر بر اہلِ نظر
ایشاں ہمہ از صانع وصفش گویند
تو از دمِ حیض واز نجاساتِ دگر

علمائے ظاہر سے کہتا ہے کہ جناب فقیہ صاحب آپ کو اگر کچھ خبر ہے تو مہربانی فرما کر جو لوگ صاحبِ باطن ہیں ان پر اعتراض نہ کیجئے کیونکہ یہ صاحب باطن اپنی بلند نظری سے اسرارِ معرفت بیان کرتے ہیں اور آپ حیض و نفاس کے مسائل میں پڑے رہتے ہیں +

(۱۶۱)

چوں نیست ترا جز آنکہ او داد قرار
چندیں زپئے مرادِ دل رنجہ مدار
ہاں تا نہ نہی بردلِ خود چندیں بار
بگذشتن و بگذاشتنش آخر کار

جب تیرے لئے جو کچھ مقدر ہو چکا ہے وہ ہی ملتا ہے تو پھر اپنے دل کی
تمناؤں کی خاطر رنج کیوں کرتا ہے میں پھر کہتا ہوں کہ اپنے دل کو دنیا کی
خواہشات فانی کے پیچھے رنجیدہ نہ کر کیونکہ یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ آخرکار
ان کو چھوڑنا ہی پڑے گا تو پھر اس آنے والے وقت سے پہلے چھوڑ دے
جیسا کہ ارشاد باریتعالےٰ ہے موتو قبل ان تموتو

مرنے سے پہلے مرجاؤ یعنی موت آنے سے پہلے ان تمام دنیاوی نعمتوں
کو فانی سمجھ کر دنیا میں ایسے رہو کہ جیسے ایک مردہ +

(۱۶۲)

از بودنِ آں دوست چہ داری تیمار
در فکرتِ بیہودہ دل وجاں افگار
خرم بزی وجہاں بہ شادی گذراں
تدبیر نہ باتو کردہ اند آخرکار

کہتا ہے کہ لے دوست جو باتیں ہونے والی ہیں ان کی کیا فکر ہے اس
بیہودہ فکر میں دل وجان کو کیوں گھلایا جائے خوشی خوشی زندگی بسر کر اور جب
دنیا کو چھوڑنے کا وقت آئے تو خوشی خوشی چھوڑ کارخانہ عالم کی تدبیر کچھ تیرے
متعلق تو ہے نہیں پھر فکر سے فائدہ کیا ہے +

(۱۶۳)

از گردشِ روزگار بہرہ برگیر
برتختِ طرب نشین وساغر برگیر
از طاعت ومعصیت خدا مستغنی است
بارے تو مرادِ خود ز عالم برگیر

گردش زمانہ سے اپنا مقصد حاصل کر خوشی کے تخت پر بیٹھ اور ہاتھ میں ساغر لے یعنی اس دنیا میں خوشی حاصل کر اور ساغرِ محبت و معرفت ہاتھ میں لے خوب سمجھ لے کہ خدا عبادت و معصیت سے مستغنی ہے اس لئے ظاہری عبادت پر بھروسہ نہ کر حقیقی مقصد اس دنیا میں حاصل کر ۔

(۱۶۴)

با یار چو آرمیدہ باشی ہمہ عمر
خوابے باشد کہ دیدہ باشی ہمہ عمر

ہم آخر عمر رحلتت باید کرد
لذاتِ جہاں چشیدہ باشی ہمہ عمر

اگر دوستوں کے ساتھ تمام عمر بھی آرام و عیش سے گزار دی تو کیا آخر میں یہی ثابت ہوگا کہ یہ ایک خواب تھا جو عمر بھر دیکھا کئے نتیجہ پھر بھی اس دنیا سے جانا ہی ہے چاہے دنیا کی تمام لذتیں عمر بھر حاصل رہیں ۔

(۱۶۵)

گر بت رُخ تست بت پرستی خوشتر
وز بادہ ز جام تست مستی خوشتر

در مستیٔ عشق زاں سبب نیست شدم
کاں مستی از ہزار ہستی خوشتر

مئے معرفت کا متوالا خیام کہتا ہے کہ اے میرے معبود و مسجود تو اگر بُت ہے تو میرا مسلک بت پرستی ہے تیری شراب معرفت میں سے اگر تھوڑی سی مجھ بلچیز عاشق کو مل جائے تو نہ نصیب میں تو تیرے عشق کی مستی میں اس لئے نیست ہوگیا ہوں کہ یہ نیستی اور ستی لاکھ ہستیوں سے بہتر ہے ۔

(۱۶۶)

گر گوہر طاعتت نہ سفتم ہرگز
ور گرد رہت ز رو نہ رفتم ہرگز
نومید نیم ز بارگاہ کرمت
زیرا کہ یکے را دو نہ گفتم ہرگز

بادۂ توحید کا سرشار خیام اپنے معبود سے عرض کرتا ہے کہ ہاں یہ سچ ہے کہ میں نے ظاہری عبادت نہیں کی اور یہ بھی سچ ہے کہ میں نے تیری راہ کے گرد و غبار کو اپنے منہ سے نہیں جھاڑا یعنی مسجدوں میں نہیں گیا اور نہ وہاں جھاڑو دی لیکن میں تیری رحمت سے ناامید نہیں ہوں اس لئے کہ میں نے ایک کے سوا دو نہیں کہے یعنی تیری توحید میں شرک نہیں کیا دوسرے کو خدا اور حاجت روا نہیں سمجھا اور یہ شرک ہی سب سے بڑا ظلم ہے جیسا کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ

(۱۶۷)

ایں چرخ کہ با کسے نمی گوید راز
کشتہ بہ ستم ہزار محمود و ایاز
مے خور کہ بکس عمر دو بارہ ندہند
ہر کس کہ شد از جہاں نمی آید باز

یہ چرخ۔ اس کا بھید آج تک کسی کو نہ معلوم ہوا اس نے ہزاروں محمود و ایاز موت کے گھاٹ اتار دئے اس لئے شراب (معرفت) پی کہ دوبارہ اس دنیا میں آنا نہیں ہوگا اور پھر یہ موقعہ ہاتھ نہیں آئے گا ✦

(۱۶۸)

در کتم عدم خفتہ بدم گفتی خیز
در آ بجہان و در جہاں شور انگیز
واکنوں کہ بفرمانِ توام حیرانم
القصّہ چناں دار کہ رنج دار و مریز

میں تو پردۂ عدم میں پڑا سو رہا تھا مجھکو حکم دیا کہ اٹھ اور دنیا میں جا اور شور و فغاں برپا کر اب میں حکم کا پابند ہوں لیکن حیران ہوں اس حکم پر کہ ٹیڑھا بھی رکھ اور گرے بھی نہیں۔

اندرونِ قعرِ دریا تختہ بندم کردۂ
بازمی گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

(۱۶۹)

اے دل چو حقیقتِ جہاں ہست مجاز
چندیں چو پری خواری ازیں رنج دراز
تن را بہ قضا سپار و باد ردلبساز
کیں رفتہ ز بہر تو نیاید باز

حکم قضاؤ قدر کے سامنے سرنیاز جھکانے والا خیام کہتا ہے کہ اے دل جب اس دنیا کی حقیقت مجاز ٹھہری تو پھر اس رنج و راز سے کیوں کبیدہ خاطر ہوتا ہے۔

جان و تن حکم قضا کے سپرد کرکے درد سے موافقت پیدا کہ کیونکہ جو قلم چل چکا ہے اور جو حکم لکھا جاچکا ہے وہ تیری وجہ سے بدلا نہیں جا سکتا۔

(۱۷۰)

ما عاشقِ آشفتہ و مستیم امروز
در کوئے بتاں بادہ پرستیم امروز
از ہستئ خویشتن بکلّی رستہ
پیوستہ بہ محرابِ الستیم امروز

خیام کہتا ہے کہ ہماری حالت کو کیا دیکھتے ہو ہم تو عاشق مست اور آشفتہ سر ہیں اور آج ہمارا شغل کوئے بتاں میں بادہ پرستی ہے ہم تو اپنی ہستی کو بالکل فنا کر چکے ہیں ہمارا تعلق تو محرابِ الست سے ہے اشارہ ہے روزِ ازل میں خدائے برتر کے فرمان الست بربکم کی طرف +

(۱۷۱)

کردیم دگر شیوۂ رندی آغاز
تکبیر نمی زنیم بر پنج نماز!
ہر جا کہ پیالہ الیست مارا بینی
گردن چو صراحی سوئے او کردہ دراز

ہم نے پھر مشرب رندانہ اختیار کیا ہے ہم کو اس ظاہری نماز وغیرہ سے تو مطلب نہیں ہم تو جہاں کہیں صاحب باطن عشاق کی مجلس دیکھتے ہیں وہیں پہونچ جاتے ہیں جس طرح صراحی پیالہ کو دیکھکر گردن جھکا دیتی ہے اسی طرح ہم بھی گردن جھکا کر عارفوں کی محفل میں گھس جاتے ہیں +

(۱۷۲)

با مردم پاک اصل و عاقل آمیز
وز نا اہلاں ہزار فرسنگ گریز

گر زہر دہد ترا خردمند بنوش
ور نوش رسد ز دستِ نا اہل بریز

کہتا ہے کہ جو لوگ پاک اصل (صاحب معرفت) ہیں اور صاحب فہم ان کی صحبت اختیار کر اور نا اہلوں سے کوسوں دور بھاگ اگر وہ صاحب خرد لوگ تجھکو زہر دیں تو اس کو پی جا اور نا اہلوں کے ہاتھ سے شہد کا پیالہ بھی نہ قبول کر ٭

(۱۷۳)

رفتند زرفتگاں یکے نا ید باز
تا با تو بگوید زپسِ پردۂ راز
کارت زنیاز می کشاید نہ نماز
بازیچہ بود نماز بے صدق و نیاز

جانے والے سب چلے گئے اور کوئی بھی لوٹ کر نہ آیا جو وہاں کا کچھ حال کہتا میاں کام جو کچھ بنتا ہے تو نیاز ہی سے بنتا ہے نماز سے نہیں بنتا ہے جو نماز صدق و نیاز سے خالی ہو اور صرف دکھلاوے اور خانہ پری کی ہو وہ نماز کیا ہے ایک لہو لعب ہے ٭

(۱۷۴)

اے واقفِ اسرارِ ضمیرِ ہمہ کس
در حالتِ عجز دستگیرِ ہمہ کس
یارب تو مرا توبہ دہ و عذر پذیر
اے توبہ دہ و عذر پذیرِ ہمہ کس

اے خدا اے سب کے دلوں کے بھید جاننے والے مالک جب کوئی

سہارا نہیں رہتا ہے سب آسرے ٹوٹ جاتے ہیں اس وقت میں دستگیری کرنیوالے مالک تو مجھکو توبہ کی توفیق دے اور میرا عذر قبول فرما تو ہی توبہ کی توفیق دینے والا اور عذر قبول کرنیوالا ہے ✦

(۱۷۵)

اے چرخِ خسیس خس دوں پرور خس
ہرگز نزوی تو بر مرادِ دل کس!
چرخا فلکا ترا ہمیں عادت بس!
ناکس تو کسے کن و کس را ناکس

کہتا ہے کہ اے کمینہ اور کمینہ پرور آسمان تونے کسی کو بھی بامراد کیا اے چرخ ستمگار اے فلک تیری عادت تو یہ ہی ہے کہ ناکس کو کس بناتا ہے اور کس کو ناکس۔ مطلب یہ ہے کہ اس دورِ فلک میں یہ ہی ہوتا چلا آیا ہے کہ آج کسی کو عروج حاصل ہے کل کسی کو ✦

(۱۷۶)

مرغے دیدم نشستہ بر بارۂ طوس
در پیش نہادہ کلۂ کیکاؤس
با کلہ ہمی گفت کہ افسوس افسوس
کو بانگ جرسہا و کجا نالۂ کوس

دنیا کی بے ثباتی کے متعلق کہتا ہے کہ طوس کے قلعہ پر ایک مرغ بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے کیکاؤس بادشاہ کی کھوپڑی پڑی ہوئی تھی مرغ اس کھوپڑی سے کہہ رہا تھا کہ افسوس وہ تیرے گھنٹوں کی آواز اور وہ تیرے نقارۂ جنگ کی آواز اب کہاں ہے ✦

(۶۶)

(۱۴۷)

تا چند کنم عذرِ نادانیٔ خویش
بگرفت دلِ من از پریشانیٔ خویش
زنّارِ مغاں کہ برمیاں خواہم بست
دانی زچہ از ننگ مسلمانیٔ خویش

کہتا ہے کہ کہاں تک اپنی نادانیوں اور غلط کاریوں کا رونا روؤں میرا دل تو اب ان پریشانیوں سے عاجز آگیا ہے اب تو دل چاہتا ہے کہ مجوسیوں کی طرح جینو لپیٹ لوں کیونکہ مجھکو تو اپنے اعمال دیکھکر اپنے کو مسلمان کہتے ہوئے شرم آتی ہے مطلب یہ ہے کہ میں تو اسلام کے لئے ننگ و عار ہوں ٭

(۱۴۸)

از نامدہا زرد مکن چہرۂ خویش
وز آمدہا آب مکن زہرۂ خویش
بردار ز دنیائے دنی بہرۂ خویش
زاں پیش کہ دہر می کشد دہرۂ خویش

جو چیزیں پردۂ اسرار میں مخفی ہیں یا ان ہونی ہیں ان کی فکر میں کیوں گھلکر زرد ہوا جاتا ہے اور جو باتیں ہو رہی ہیں ان کے لئے اپنا پتہ پانی کیوں کرتا ہے اس فانی دنیا سے جو کچھ حاصل کر سکتا ہے اس سے پہلے کہ زمانہ کا تیز خنجر رشتۂ حیات کو قطع کرے حاصل کر لے ٭

(۱۴۹)

غم چند خوری بکارِ ناآمدہ پیش
رنج است نصیبِ مردمِ دور اندیش

خوش باش جہاں تنگ مکن بر دل خویش
کز خوردنِ غم قضا نہ گردد کم و بیش

کہتا ہے کہ جو چیزیں تیری سمجھ سے باہر ہیں ان کے لئے کیوں غم کھاتا ہے جو لوگ دور اندیش ہیں ان کے لئے دور اندیشی ایک مصیبت ہے خوش رہ اور دنیا کو اپنے لئے مصیبت نہ بنا لے کیونکہ تیرے فضول رنج و غم سے دنیا کا نظام نہیں بدل سکتا ہے ❖

(۱۵۰)

پندے دہمت اگر بمن داری گوش
از بہر خدا جامۂ تزویر مپوش

عقبےٰ ہمہ روزہ است دنیا یک دم
از بہرِ دمے ملک ابد را مفروش

کہتا ہے اگر غور سے سنو تو میں ایک نصیحت کرتا ہوں وہ یہ کہ خدا کے لئے جو جی چاہے کرو مگر مکاری کا جامہ نہ پہنو لوگوں کو عبا و قبا پہنکر دھوکہ نہ دو یہ دنیا چند روزہ ہے اور عقبےٰ کو ہمیشگی حاصل ہے اس چند روزہ دنیا کے لئے ملکِ ابد یعنے عقبےٰ کو فروخت نہ کرو ❖

(۱۵۱)

در کارگہِ کوزہ گرے بودم دوش
دیدم دو ہزار کوزہ گویا و خموش

ہر یک بزبان حال با من گفتند
کو کوزہ گرو کوزہ خرو کوزہ فروش

میں کل ایک کوزہ گر کے کارخانہ میں جو گیا تو ہزاروں کوزے دیکھے

کوئی خاموش تھے اور کوئی گویا ہر ایک کوزہ زبانِ حال سے کہنے لگا کہ نہ کوئی کوزہ گر ہے نہ کوئی کوزہ بیچنے والا نہ خریدنے والا سب کچھ وہی ہے جیسا کہ کسی بزرگ کا شعر ہے

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ

خود بر سرِ آں کوزہ خریدار بر آمد

بشکست و رواں شد

(۱۵۲)

اے چرخ مراکش بہ بدستی خویش

بشناس بلندی من و پستی خویش

من خود ز غم خویش و تہیدستی خویش

پیوستہ ملول باشم از ہستی خویش

خلافت خداوندی کا دعویدار خیام آسمان کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ مجھکو اپنی بدمستی میں خراب خستہ نکر میرے بلند مرتبہ کو اور اپنی پستی کو دیکھ کہاں تو اور کہاں میں (حافظ شیراز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق خوب کہا ہے

آسمان بارِ امانت نتوانست کشید

قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

پھر خیام کہتا ہے کہ میں تو خود اپنی تہیدستی اور غم میں پریشان اور آشفتہ حال ہوں اور ہمیشہ اپنی ہستی کی طرف خیال کرکے کہ میں کیا ہوں کون ہوں اور کسطرح اس دام گہ حادثہ میں پھنسا ہوں پریشان رہتا ہوں ؂

(۹۹)

(۱۵۳)

بس پیرہن عمر کہ ہر شب افلاک
بردوختہ، درد گریبانش چاک

ہر روز لبسے زمانہ شاد و غمناک
از آب برآورد و فرد برد بخاک

ہر رات کو یہ چرخ ستمگار بہت لوگوں کی عمروں کے لباس سی سی کر پھاڑ ڈالتے ہیں دنیا میں روزانہ یہ تماشہ ہوتا ہے کہ لوگ پانی سے نکلتے ہیں اور خاک میں چلے جاتے ہیں پانی سے مراد نطفہ انسانی مطلب ہے کہ دنیا کا یہی ڈھنگ ہے کہ پیدا ہوتے ہیں اور مرتے ہیں بقا صرف ایک ذات کو ہے +

(۱۵۴)

از آتشِ آخرت نمی داری باک
در آب ندامت نشدی ہرگز پاک

چوں باد اجل چراغ عمرت بکشد
ترسم کہ ترا زننگ نپذیرد خاک

اپنے آپ کو مخاطب کر کے خیام اپنے جرم و گناہ کا اقرار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تجھکو آخرت کے عذاب سے بھی خوف نہیں آتا ہے تو وہ سیہ کار ہے کہ تیرا نامۂ اعمال ندامت کے آنسوؤں سے بھی پاک نہیں ہو سکتا ہے جب عمر کا چراغ موت کی آندھی سے گل ہو جائے گا اس وقت تجھکو معلوم ہوگا مجھکو یہ خوف ہے کہ دیکھئے زمین تجھ جیسے سیاہ کار کو قبول بھی کرتی ہے یا نہیں +

(۱۵۵)

گر گل بنود نصیب ما خار انیک
ور نور نمی رسد بما نار انیک
ور خرقۂ و خانقاہِ شیخے نہ بود
ناقوس و کلیسیا و زنار انیک

حسرت نصیب خیام کہتا ہے کہ اگر میری قسمت میں خوشی اور مسرت کے پھول نہیں ہیں تو نہ سہی فراق و ہجر کے کانٹے ہی سہی اگر تیری نورانی تجلی ہماری قسمت میں نہیں ہے نہ سہی آتشِ فراق میں جلنا ہی ہم کو منظور ہے۔ خرقۂ۔ خانقاہ ہمارے لئے نہیں ہے تو نہ ہو ناقوسِ کلیسیا اور جینو ہی ہمارے لئے کافی ہے مطلب ہے کہ ہم تو ہر حال میں خوش ہیں اور ہر حال میں تجھ ہی کو اپنا مقصود و مطلوب سمجھتے ہیں اور ہر چیز میں تیرا ہی جلوہ دیکھتے ہیں ✦

(۱۵۶)

ایں صورتِ کون جملہ نقشے است خیال
عارف بنود ہر کہ نداند ایں حال
بنشیں و قدح بادہ نوش و خوش باش
فارغ شو ازیں نقش و خیالات محال

کہتا ہے کہ یہ دنیا ایک خیالی نقشہ ہے جو لوگ ایسا نہیں سمجھتے ہیں اور اسمیں دل لگاتے ہیں وہ عارف نہیں ہیں اس لئے بادہ معرفت پی اور خوش رہ اور ان نقش خیالی سے دل نہ لگا ✦

(۱۵۷)

چوں باد بزلفِ اورسیدن مشکل
وز اسپِ غمش عناں کشیدن مشکل
گفتند بدیدہ روئے او نتواں دید
گر دیدۂ ماست دیدہ دیدن مشکل

کہتا ہے کہ اس بارگاہِ عالی تک ہوا کا گذر بھی نہیں ہو سکتا ہے اور اس کے غم کے گھوڑے کی باگ کھینچنا (یعنے اس کے خیال سے باز آنا) مشکل ہے عشق میں تیرے کو وہ غم سر پر لیا جو ہو سو ہو لوگ کہتے ہیں کہ آنکھ اس کو نہیں دیکھ سکتی سچ ہے یہ ہماری چشم ظاہر بیں یا ہماری یہ مادّی آنکھیں اس نورِ مطلق کو نہیں دیکھ سکتیں ہیں +

(۱۵۸)

مے خور کہ نہ علم دست گیرد نہ عمل
الا کرم و رحمتِ حق عزّ و جل
آں طائفہ کہ از خری مے نخورند
از جملۂ انعام شمارے احول

خیام کہتا ہے کہ شراب (معرفت) پی یعنی اس کی معرفت حاصل کر کیونکہ تیرا یہ ظاہری علم کام آئے گا نہ ظاہری عمل ہاں جو چیز کام آئے گی وہ اس کی رحمت اور اس کا کرم جو لوگ حماقت اور بیوقوفی سے اس ظاہری قال اللہ اور قال الرسول میں پھنس گئے اور شراب نہیں پی یعنی اس کی معرفت کا علم حاصل نہیں کیا ان کا شمار جانوروں میں ہے +

(۱۵۹)

از جرم حضیضِ خاک تا اوجِ زحل
کردم ہمہ مشکلاتِ گردوں راحل
بیروں جستم زبند ہر مکر و حیل
ہر بند کشادہ شد مگر بند اجل

کہتا ہے کہ زمین کی پستی سے لیکر آسمان کی بلندیوں تک جتنی مشکلیں اور جتنے معمہ اور مسائل تھے میں نے حل کر لئے اور جس پھندے میں پھنسا اس کے لئے کوئی نہ کوئی حیلہ یعنی تاویل کر لی اور اس کو حل کر لیا لیکن یہ موت کا معمہ کسی طرح بھی حل نہ ہوا ۔

(۱۶۰)

ایزد چو نخواست انچہ من خواستہ ام
کے گردد راست انچہ من خواستہ ام
گر جملہ صوابست کہ او خواستہ است
پس جملہ خطاست انچہ من خواستہ ام

مشیت الہٰی پر صابر و شاکر خیام کہتا ہے کہ جو کچھ میں نے چاہا اور وہ خدا کو منظور نہیں ہوا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میرا چاہا ہوا غلط تھا اور اگر یہ صحیح ہے کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے وہی درست ہوتا ہے تو پھر میں جو چاہوں تو سب غلط ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ اسی کا چاہا ہوتا ہے اور ہر انسان کے لئے ایک موقع ایسا آتا ہے جہاں عقل و تدابیر سب بیکار ہوتی ہیں اس لئے ہر حال میں اس کی رضا پر اپنے آپ کو چھوڑ دینا چاہیئے ۔

بقول سر مدرحہ کے

سرمد گلہ اختصار می باید کرد
یک کار ازیں دو کار می باید کرد
یا جان برضائے دوست می باید داد
یا قطع نظر زیار می باید کرد

(۱۶۱)

از خالقِ کردگار وز رب رحیم
نومید مشو بجرم و عصیانِ عظیم
گر مست و خراب بودہ باشی امروز
فردا بخشد براستخوانہائے رمیم

اپنے رب پر کامل بھروسہ رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھکو اپنے ربّ رحیم سے عفو و درگذر کی کامل توقع ہے گناہوں کے بارگراں پر بھی میں اس کی رحمت سے نا امید نہیں ہوں آج میں خراب خستہ ہوں تو کیا کل فردائے قیامت میری بوسیدہ ہڈیوں پر ضرور رحم فرمائے گا +

(۱۶۲)

گر من گنہ روئے زمین کردستم
عفوِ تو امید است کہ گیرد دستم
گفتی کہ بروزِ عجز دستت گیرم
عاجز ترازین مخواہ کہ اکنوں ہستم

کہتا ہے کہ خدایا اگرچہ میں نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں لیکن مجھکو امید ہے کہ تیرا عفو میری دستگیری کرے گا کیونکہ تو نے فرمایا ہے کہ ادعونی استجب لکم ہم عاجزوں کی دستگیری کرتے ہیں بس اس سے زیادہ عجز کا اور کونسا موقعہ ہوگا

کہ ہم عاجز دلاچار گناہوں کے بوجھ لئے ندامت سے سر جھکائے تیرے سامنے کھڑے ہیں ؛

(۱۶۳)

با نفس ہمیشہ در نبردم چہ کنم
وز کردۂ خویشتن بدردم چہ کنم
گیرم کہ زمن در گذرانی بہ کرم
آں شرم کہ دیدی کہ چہ کردم چہ کنم

کہتا ہے خدایا! میں ہمیشہ نفس امارہ سے جنگ کرتا ہی رہا لیکن اس کے باوجود بھی گناہ سرزد ہوئے اب اپنے اعمال پر درد و کرب میں مبتلا ہوں ہاں مجھکو یہ تو امید ہے کہ تو اپنے رحم و کرم سے معاف ضرور کردیگا لیکن جو گناہ کئے ہیں ان کی شرم د ندامت کو کیا کروں +

(۱۶۴)

شد دعوئے دوستی دریں دہر حرام
الفت زکہ مردمے کجا دوست کدام
دامن زہمہ کشیدن اولیٰ باشد
از دو بہر یکے سلام است دکلام

عافیت پسند خیام کہتا ہے کہ میاں اس دنیا میں دوست کہاں میسر آتا ہے کون الفت و دوستی کے قابل ہے اس لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ سب سے الگ تھلگ اور دور کی صاحب سلامت اچھی +

(۱۶۵)

تا ظن نہ بری کہ من بخود موجودم
یا ایں رہ خونخوار بخود پیمودم
چوں بود حقیقت مرا از وے بود
من خود کہ بدم کجا بدم کے بودم

کہتا ہے کہ دہریوں کی طرح کبھی یہ خیال نہ کرنا کہ ہم خود بخود پیدا ہو گئے ہیں اور ہمارا کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے اور ہم اس دنیا میں نیست سے ہست کا اتنا لانبا راستہ خود بخود طے کر کے آ گئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ہمارا وجود اور ہماری حقیقت سب اسی کی ذات سے وابستہ ہے اگر وہ پیدا کرتا تو میں کون تھا کہاں تھا اور کب تھا کچھ پتہ نہیں ❊

(۱۶۶)

مقصود ز جملہ آفرینش مائیم
در جسم خرد جوہر بینش مائیم
ایں دائرہ جہاں چو انگشتری است
بے ہیچ شکے نقش نگینش مائیم

کہتا ہے کہ ہم ہی دو جہان میں خلاصہ مخلوقات ہیں ہم ہی ہیں جو عقل کے جسم میں جوہر بینش ہیں ہماری مثال اور اس دنیا کی مثال ایسی ہے کہ جس طرح انگوٹھی میں نگینہ ہم ہی وہ نگینہ ہیں جس سے اس دنیا کی زینت ہے ❊

(۱۶۷)

در جستن جام جم جہاں پیمودیم
روزے نہ نشستیم و شبے نغنودیم

زاستاد چو وصف جامِ جم بشنودیم
خود جامِ جہاں نمائے جم می بودیم

خیام کہتا ہے کہ جام جم کی تلاش و جستجو میں تمام دنیا چھان ڈالی اور اس کے خیال میں نہ دن کو چین نصیب ہوا نہ رات کو نیند لیکن ایک استاد نے یعنی ایک پیر طریقت نے جب جام جم کی تعریف بتائی اور سلوک کے راستہ طے کرائے تو معلوم ہوا کہ واہ وہ جام جم جس کی تلاش میں عمر کھپا دی تھی وہ تو ہمیں ہیں۔ ان کو نظر غور سے دیکھا تو ہمیں ہیں +

(۱۶۸)

پاک از عدم آمدیم و ناپاک شدیم
آسودہ در آمدیم و غمناک شدیم
بودیم ز آبِ دیدہ در آتشِ دل
دادیم بباد عمر و در خاک شدیم

خیام کہتا ہے کہ جب ہم عدم سے ہستی میں آئے تھے تو پاک و صاف آئے تھے لیکن یہاں آکر دنیا کے جھگڑوں اور کثافتوں میں مبتلا ہو گئے اور اپنے اس فرض منصبی کو جو خلافت ارضی کا تھا پورا نہ کیا شب و روز روتے دھوتے گذر گئی آخر کار عمر یوں ہی برباد ہو گئی اور خاک میں پہونچ گئے +

(۱۶۹)

یارب من اگر گناہ بے حد کردم
بر جان و جوانی و تنِ خود کردم
چوں بر کرمت وثوقِ کلی دارم
برگشتم و توبہ کردم و بد کردم

کہتا ہے اے خدا میں نے جو گناہ بے حد کئے ہیں تو اپنے ہی اوپر ظلم کیا اور اپنے آپ کو خراب خستہ کیا لیکن مجھکو تیری بخشش پر پورا بھروسہ ہے اس لئے میں توبہ کرتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ میں عاصی اور خطاوار ہوں تو رحیم و کریم ہے مجھے معاف فرمادے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنفُسَنَا وَاِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ +

(۱۷۰)

یک چند بکودکی باستاد شدیم
یک چند باستادیٔ خود شاد شدیم
پایاں سخن شنو کہ مارا چہ رسید
از خاک بر آمدیم و بر باد شدیم

کہتا ہے کہ کچھ دن تو ہم استاد کے شاگرد رہے پھر خود استاد ہو گئے لیکن باوجود اس کے نتیجہ یہ ہی نکلا کہ خاک سے بنے تھے خاک ہی میں ملگئے +

(۱۷۱)

زاں پیش کہ از زمانہ تابے بخوریم
بایکدگر امروز شرابے بخوریم
کیں پیک اجل بگاہ رفتن مارا
چنداں ندہد اماں کہ آبے بخوریم

ہاں اس سے پہلے کہ زمانہ سے ہم کو رنج و صدمہ پہونچے سب مل کر خوب شراب پئیں یعنی خوب حال و قال کریں کیونکہ یہ تو جانتے ہیں کہ جب قضا کا فرشتہ سر پر سوار ہو گیا تو پھر تو پانی پینے کی بھی مہلت نہ ملے گی +

(۱۷۲)

شبہا گذرد کہ دیدہ برہم نزنیم
کیں صبح بسے دمید و مادم نزنیم
خیزیم ودمے زنیم پیش از دم صبح
تا پاے نشاط بر سرِ غم نزنیم

کہتا ہے کہ کتنی ہی راتیں ایسی گذر گئیں کہ پلک سے پلک نہیں لگی کتنی ہی صبح ایسی گذریں کہ ہم عالم تحیر میں دم بخود پڑے رہے خیراب اٹھنا چاہیئے اور صبح ہونے سے اس وقت خاص میں آہ و بکا کرنا چاہیئے یہاں تک کہ خاموشی اور غم ہمارے نزدیک لاشے ہو جائے *

(۱۷۳)

در میکدۂ عشق نیازے دارم
با شمع رخش سوز و گدازے دارم
آنگہ بمے عشق طہارت کردہ
با روے بتِ خویش نیازے دارم

جو لوگ خیام کو صرف شراب پینے والا سمجھتے ہیں وہ غور کریں کہ کیا کہتا ہے کہتا ہے کہ ہم کو تو میکدۂ عشق میں نیاز حاصل ہے اور ہم تو اپنے محبوب کے رُخِ روشن سے سوز و گداز رکھتے ہیں اور پھر شراب عشق سے وضو کر کے اپنے معشوق و مطلوب کی پرستش کرتے ہیں *

(۱۷۴)

با رحمتِ تو من از گنہ نندیشم
با توشۂ تو ز رنج رہ نندیشم

گر لطفِ توام سفید رو انگیزد
یک ذرہ ز نامۂ سیاہ نندیشم

اپنے مولا کی رحمت پر بھروسہ رکھنے والا خیام کہتا ہے کہ تیری رحمت کے بھروسہ پر مجھکو اپنے گناہوں کا کچھ اندیشہ نہیں ہے اور جب تیری رحیم و کریم ذات میرے لئے توشۂ راہ ہے تو راستہ کی تکالیف کا مجھے کچھ فکر نہیں ہے اگر تیری مہربانی سے قیامت کے دن میرا چہرہ نورانی اور چمکدار ہو تو پھر ذرہ برابر بھی اپنے نامۂ سیاہ کا خوف نہیں ہے ❖

(۱۷۵)

تا ظن نہ بری کہ از جہاں می ترسم
وز مردن و وز رفتنِ جاں می ترسم
مردن چہ حقیقت است زاں باکم نیست
چوں نیک نہ زیستم ازاں می ترسم

تم یہ گمان نہ کرنا کہ میں دنیا سے یا مرنے سے ڈرتا ہوں مرنے کی حقیقت تو مجھکو معلوم ہے کہ موت کیا ہے اس سے مجھے کوئی خوف نہیں البتہ اس سے ڈرتا ہوں کہ سخت روسیاہ ہوں گنہگار ہوں ❖

(۱۷۶)

من گوہر خود بہ قیمت کم ندہم
دردِ تو بصد ہزار مرہم ندہم
خاکِ درِ تو بہ مملکتِ جم ندہم
یک موئے ترا بہ ہر دو عالم ندہم

کہتا ہے کہ میں اپنے جوہر کو کم قیمت پر کیوں فروخت کروں اور وہ جوہر کیا ہے؟

تیری معرفت تیری محبت یہ در د جو تیری محبت میں ملا ہے اس کو ہزاروں مرہم کے بدلے میں نہیں دوں گا تیرے دروازہ کی خاک سلطنت کے بدلے میں نہیں دیکتا تیرا ایک بال دونوں عالم کے بدلے میں نہیں دیکتا۔ سچ ہے

قیمتِ خود ہر دو عالم گفتۂ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

(۱۷۷)

اسرارِ ازل را نہ تو دانی و نہ من
ویں حرفِ معمّا نہ تو خوانی و نہ من
ہست از پسِ پردہ گفتگوئے من و تو
چوں پردہ بر افتد نہ تو مانی و نہ من

کہتا ہے کہ اسرارِ ازل سے نہ تو واقف ہے نہ میں یہ معمّا نہ تجھ کو معلوم ہے نہ مجھکو یہ من و تو کا جھگڑا تو جب تک ہی ہے جب تک پردہ پڑا ہوا ہے جس وقت پردہ ہٹا اور حقیقت آشکارہوئی تو نہ تو تو ہوگا نہ میں میں بلکہ کچھہ اور ہی ہوگا

(۱۷۸)

قومے متفکرِ اند در مذہب و دیں
جمعے متحیّرِ اند در شک و یقین
ناگاہ منادئے بر آید ز کمیں
کاے بے خبراں راہ نہ آنست و نہ ایں

کچھ لوگ مذہب اور دین کے معاملات میں تفکر و تدبّر کرتے ہیں کوئی عالمِ شک و یقین میں متحیّر ہیں اتنے میں ایک پکارنیوالا پکارتا ہے کہ اے بے خبرو صحیح راستہ نہ یہ ہے نہ وہ ۔

(۱۷۹)

اے گشتہ شب و روز بہ دنیا نگراں
اندیشہ نمی کنی تو از روز گراں !
آخر نفسے بہ بین و باز آئی بخود
کایام چہ گونہ می کند با دگراں

اے وہ شخص جو رات دن دنیا کی نیرنگیوں میں مشغول ہے تجھ کو کچھ روز جزا کا بھی خیال آتا ہے یا نہیں ایک لمحہ کے لئے آنکھ کھول کر دیکھ کہ زمانہ دوسروں کے ساتھ کیا کر رہا ہے یہی تیرا بھی انجام ہو گا +

(۱۸۰)

بر موجب عقل زندگانی کردن
شاید کردن ولے ندانی کردن
استادِ تو روزگار چابک دست است
چنداں بہ سرت زند کہ دانی کردن

کہتا ہے کہ عقل اس لئے ملی ہے کہ صحیح طور پر زندگی بسر کرو اور کرنا بھی یہ ہی چاہیئے لیکن ایسا نہیں کرتے ہو تو سمجھ لو کہ زمانہ ایسا استاد ہے کہ سر پر اتنے پڑیں گے کہ پھر سمجھ آجائے گی +

(۱۸۱)

شرمت نایدازیں تباہی کردن
زیں ترک اوامر و نواہی کردن
گیرم کہ سراسر ایں جہاں ملک تو شد
جز آنکہ رہا کنی چہ خواہی کردن

کہتا ہے تجھے شرم نہیں آتی کہ اس دنیا کے جنجال میں پھنسکر خود کو تباہ و برباد کر رہا ہے اور اوامر و نواہی کو بھی ترک کر دیا ہے حرام و حلال کی تمیز اٹھا دی ہے مانا کہ ساری دنیا تیری ملک ہو گئی لیکن سوائے اس کے کہ یہ سب چیزیں تجھکو چھوڑنا پڑیں اور کیا کرے گا +

(۱۸۲)

تو نامدۂ بہ بادشاہی کردن
با خویشتن آئی زیں تباہی کردن
چیزے نہ بدی و ہم نباشی فردا
پیداست کہ امروز چہ خواہی کردن

کہتا ہے کہ تو اس دنیا میں بادشاہی کرنے کے لئے نہیں آیا ہے اس تباہی و بربادی سے باز آ ذرا غور کر تو پہلے کیا تھا اور کل کیا ہو گا تو پہلے بھی نیست تھا اور کل پھر نیست ہو جائے گا اس لئے اس زندگی کو غنیمت جان پھر سمجھ کہ آج کیا کرنا ہے +

(۱۸۳)

احوالِ جہاں بر دلم آساں می کن
وافعالِ بدم ز خلق پنہاں می کن
امروز خوشم بدار و فردا با من
انچہ از کرم تو می سزد آں می کن

خیام کہتا ہے کہ خداوند میرے دل کے لئے اس دنیا کے حالات کو آسان کر دے اور دنیا میں لوگوں کے سامنے میرے اعمالِ سیاہ پر پردہ ڈال دے آج دنیا میں مجھے خوش و خرم رکھ رہا کل قیامت کے دن کا معاملہ تو یہاں

تیری کریمی کے شایاں جو برتاؤ ہو وہ میرے ساتھ کرنا ٭

(۱۸۴)

از گردشِ ایں دائرہ بے پایاں
برخورداری دو نوع مردم را داں
یا باخبرے تمام از نیک و بدش
یا بے خبرے از خود و از کارِ جہاں

خیام کہتا ہے کہ اس آسمان کی بے پناہ گردش سے دو ہی قسم کے آدمی فائدہ اٹھا سکتے ہیں یعنی دو ہی قسم کے آدمی مزے میں ہیں یا تو وہ شخص جو عارف باللہ ہو یا وہ شخص جو پاگل اور مجنوں ہو یعنی مرفوع القلم ہو ٭

(۱۸۵)

آنرا کہ وقوف است بر احوالِ جہاں
شادی و غم و رنج بر و شد آساں
چوں نیک و بدِ جہاں بسر خواہد شد
خواہی ہمہ درد باش خواہی درماں

خیام کہتا ہے کہ جو آدمی اس دنیا سے واقف ہے اور اس کی حقیقت کو سمجھتا ہے اس کے لئے نہ رنج رنج ہے نہ خوشی خوشی جب تمہیں معلوم ہو گیا کہ رنج بھی عارضی ہے اور خوشی بھی عارضی تو پھر تمہیں اختیار ہے چاہے سرتاپا درد بن کر زندگی گذارو چاہے مجسم درماں بن کر ٭

(۱۸۶)

ناکردہ گناہ در جہاں کیست بگو
آں کس کہ گناہ نکرد چوں زیست بگو

من بد کنم و تو بد مکافات دہی!
پس فرق میان من و تو چیست بگو

کہتا ہے کہ اے خدا بھلا کوئی ایسا آدمی بھی ہے جس نے دنیا میں گناہ نہ کیا ہو اور اگر اس نے گناہ نہیں کیا تو وہ دنیا میں جیا کیسے پھر اگر میں نے برائی کی اور تو نے اس کا بدلہ برائی سے دیا یعنے سزا دی تو پھر مجھ میں اور تجھ میں فرق ہی کیا ہوا +

(۱۸۷)

آں قصر کہ بر چرخ ہمی زد پہلو
بر درگہ او شہاں نہادندے رو
دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختۂ
بنشستہ ہمی گفت کہ کوکوکوکو

دنیا کی بے ثباتی کو دیدہ عبرت سے دیکھنے والا خیام کہتا ہے کہ وہ عالیشان شاہی محل جو بلندی میں آسمان سے ہمسری کا دعوےٰ کرتا تھا اور جس کی چوکھٹ پر بڑے بڑے مرتبہ والے ماتھا ٹیکا کرتے تھے اس پر میں نے ایک فاختہ کو بیٹھے ہوئے دیکھا کہ کوکو کر رہی ہے یعنی کہاں ہیں اس کے رہنے والے کہاں ہیں +

(۱۸۸)

در دیدۂ تنگ مور نور است از تو
در پائے ضعیف پشہ زور است از تو
ذاتِ تو سزا است مر خداوندی را
ہر وصف کہ نا سزا است دور است از تو

کہتا ہے خدایا چیونٹی جس کی بساط ہی کیا ہے لیکن اس کی ننھی منی سی آنکھ میں جو روشنی ہے وہ بھی تیرے ہی کرم سے اور ضعیف مچھر کی ٹانگوں میں جو طاقت ہے وہ بھی تو ہی نے عطا کی ہے تیری ہی ذات خدائی کے قابل ہے اور تو برائیوں سے منزہ اور پاک ہے ✣

(۱۸۹)

اے آنکہ پدید گشتم از قدرتِ تو
پروردہ شدم بناز و نعمت تو
صد سال بامتحاں گنہ خواہم کرد
یا جرم من است بیش یا رحمت تو

غلام اپنے مالک پر بندہ اپنے معبود پر ناز کرتا ہے کہتا ہے کہ تیری ہی دی ہوئی نعمتوں سے پلا بڑھا ہوں میں تو سینکڑوں برس گنہ کرکے اس بات کا امتحان کروں گا کہ میرے گناہ زیادہ ہوتے ہیں یا تیری رحمت ✣

(۱۹۰)

اے رفتہ بچوگانِ قضا ہمچوں گو
چپ میخور و راست برو ہیچ مگو
کانکس کہ ترا فگند اندر تگ و پو
او داند و او داند و او داند و او

کہتا ہے کہ تو اس دنیا میں گیند کی طرح ہے جس کو قضا کے بلّے نے لڑھکایا ہے اس لیے تو لڑھکیاں کھاتا ہوا چلا چل کیونکہ جس نے تجھ کو لڑھکایا ہی وہی جانتا ہے اسی کو حال معلوم ہے ✣

(۱۹۱)

از تن چو برفت جانِ پاکِ من و تو
خشتے دو نہند بر مغاکِ من و تو!!
وانگہ زبرائے خشت گورِ دگراں
در کالبدے کشند خاکِ من و تو

جب میری اور تیری جان جسم سے نکل جائے گی اور لوگ قبر میں دفن کریں گے تو دو اینٹیں میری اور تیری قبر پہ رکھ دیں گے اور پھر میری اور تیری مٹی سے دوسروں کی قبر کے لئے اینٹیں تیار کریں گے ؂

(۱۹۲)

تن در غمِ روزگارِ بیداد مدہ
مارا ز غمِ گذشتگاں یاد مدہ
دل جز بہ سرِ زلفِ پریزاد مدہ
بے بادہ مباش و عمر بر باد مدہ

دنیا کے رنج اور غصہ میں اپنے کو نہ پھنسا گذرے ہوؤں کی یاد سے رنج و غم طاری نہ کر دل کو کسی پریزاد کی زلف میں پھنسا یعنی عشق حقیقی اختیار کر اور بغیر شراب (معرفت) کے نہ رہ عمر کو برباد نہ کر ؂

(۱۹۳)

فریاد کہ عمر رفت بر بیہودہ
ہم لقمہ حرام و ہم نفس آلودہ
فرمودہ ناکردہ سیہ دیم کرد
فریاد ز کردہ ہائے نافرمودہ

واحسرتا! یہ ساری عمر یوں ہی برباد ہو گئی
حرام کے لقمے کھائے اور ہر سانس گناہوں اور برائیوں سے ملوّث رہا
جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا تھا ان کے نہ کرنے سے سیاہ رہوں
اور افسوس ہے کہ جن باتوں سے روکا گیا تھا ان کو کیا ؛

(۱۹۴)

ہر توبہ کہ کردیم شکستیم ہمہ
بر خود در نام و ننگ بستیم ہمہ
عیبم مکنید اگر کنم بے خردی
کز بادۂ عشق مست ہستیم ہمہ

کہتا ہے کہ ہمیشہ توبہ کی اور توڑی ہم نے تو خود اپنے اوپر نام و ننگ کا دروازہ بند کر لیا لیکن اگر مجھ سے کوئی بات بے عقلی کی سرزد ہو جائے تو ملامت نہ کرو کیونکہ میں بادۂ عشق سے سرمست و سرشار ہوں اور معذور ؛

(۱۹۵)

غرّہ چہ شوی بمسکن و کاشانہ
بر عمر کہ ہست حاصلش افسانہ
ہنجا بہ بادی و توافروزی شمع
بر رہگذر سیل چہ سازی خانہ

کہتا ہے کہ یہ محل اور مکانات ان پر غرّہ نہ کر تو ایسی عمر پر اتراتا ہے جس کا ماحصل افسانہ ہے آندھی میں شمع روشن کرنا اور سیلاب کے راستہ پر مکان بنانا کونسی دانشمندی ہے ؛

(۱۹۶)

گر اسپ و یراق است گرفیروزہ

مغرور مشو بدولتِ دو روزہ !

از قہر فلک، ہیچ کسے جاں نبرد

امروز سبو شکست و فردا کوزہ

کہتا ہے کہ گھوڑے جوڑے ساز و سامان ہیرے جواہرات، اور دو روزہ ناپائیدار دولت ان سب چیزوں پر مغرور نہ ہو زمانہ کی دستبرد اور شکست و ریخت سے کوئی چیز بھی نہیں بچی آج شکے کے ٹوٹنے کی باری ہے تو کل کوزے کی ؛

(۱۹۷)

مائیم بہ لطفِ حق تولّا کردہ

وز طاعت و معصیت تبرّا کردہ

آنجا کہ عنایتِ تو باشد باشد

ناکردہ چو کردہ کردہ چوں ناکردہ

خیام کہتا ہے کہ ہم نے اللہ کے اپنے معبود کے لطف و کرم پر بھروسہ کرلیا ہے اور طاعت و معصیت کے قصوں سے علیحدگی اختیار کرلی ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جب تیرا دریائے رحمت جوش میں آتا ہے تو برائیاں اچھائیوں سے بدل جاتی ہیں ؛

(۱۹۸)

اے نیک نہ کردۂ و بدیہا کردہ

وانگاہ بہ نجاتِ خود تمنا کردہ

بر عفو مکن تکیہ کہ ہرگز نشود !
ناکردہ چو کردہ کردہ چوں ناکردہ

کہتا ہے کہ اے وہ شخص جس نے نیکی تو کی نہیں برائی ہی کی ہے لیکن اس حال میں بھی نجات کی تمنا رکھتا ہے تو صرف رحم وکرم پر ہی بھروسہ نہ رکھ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو کام نہیں کئے ہیں وہ کئے ہوئے کی طرح ہو جائیں اور جو کام کئے ہیں وہ مٹ کر نہ کئے ہوئے کی طرح ہو جائیں۔

من یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ
ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ

(۱۹۹)

زاں کوزہ مے کہ نیست در وے ضررے
پرکن قدحے بخور بمن دہ دگرے
زاں پیشتر اے صنم کہ در رہگذرے
خاکِ من و تو کوزہ کند کوزہ گرے

ہاں تو اے پیرِ مغاں اس شراب خالص میں سے جس میں کوئی ضرر اور گناہ نہیں ہے ایک قدح بھر کر مجھے اور دے اس سے قبل کہ میری اور تیری مٹی سے کوزہ بنائے جائیں خوب پلا کر چھکا دے۔

(۲۰۰)

بکشائے درے کہ در کشائندہ توئی
بنمائے رہے کہ رہ نمایندہ توئی
من دست بہ ہیچ دستگیرے ندہم
کایشاں ہمہ فانی اند و پائندہ توئی

خداوند میرے اوپر اپنے لطف و کرم کا دروازہ کھول دے اور مجھکو ہدایت کا راستہ تبلادے اھدنا الصراط المستقیم تو ہی ہدایت دینے والا ہے میں کسی کی دستگیری نہیں چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہ سب فانی ہیں صرف تجھ ہی کو بقا اور دوام ہے ❊

(۲۰۱)

گہ گشتہ نہاں روے بکس ننمائی
گہ در صور کون و مکاں پیدائی
ویں جلوہ گری بخویشتن ننمائی
خود عین عیانی و خودی بینائی

کبھی تو ایسا پوشیدہ ہوتا ہے کہ تجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ کبھی ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ کون و مکان کی ہر چیز میں تیرا ہی جلوہ نظر آتا ہے اور یہ سب جلوے تیرے ہی ہیں تو خود آنکھ ہے خود بینائی ظاہر بھی تو ہے پوشیدہ بھی تو۔ بقول شاعر

بے حجابی یہ کہ ہر ذرے میں جلوہ آشکار
اور پردہ یہ کہ صورت آجتک نادیدہ ہے

(۲۰۲)

سازندۂ کار مردہ و زندہ توئی
دارندۂ ایں چرخ پراگندہ توئی
من گرچہ بدم صاحب ایں بندہ توئی
کس راچہ گنہ کہ آفرینندہ توئی

اے خدا مُردوں اور زندوں کے کام بنانے والا تو ہی ہے اور یہ آسمان تجھ ہی سے قائم ہے۔ میں برا سہی لیکن تیرا بندہ ہوں تو میرا مالک و صاحب ہے

میں نے اگر گناہ کئے ہیں تو کسی کو کیا کیونکہ میرا پیدا کرنیوالا تو تو ہے *

(۲۰۳)

شخصے بزنِ فاحشہ گفتا مستی
ہر لحظہ بہ بندِ دیگرے پابستی
زن گفت ہر انچہ می نمایم ہستم
شیخا تو چناں کہ می نمائی ہستی

خیام کہتا ہے کہ ایک شخص نے کسی فاحشہ عورت سے کہا کہ تو ایسی ذلیل ہے کہ ہر وقت دوسروں کی خواہشات کا شکار رہتی ہے عورت نے جواب دیا ہاں آپ جو کچھ فرماتے ہیں واقعی میں ایسی ہی ہوں لیکن ذرا اپنی طرف تو غور فرمایئے کہ آپ جیسا اپنے کو ظاہر کرتے ہیں ویسے ہی ہیں یعنی کیا آپ کا ظاہر و باطن یکساں ہے

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند
چوں بہ خلوت میروند آں کارِ دیگر میکنند

(۲۰۴)

با من تو ہر انچہ گوئی از کیں گوئی
پیوستہ مرا ملحد و بیدیں گوئی
من خود مقرم ہر انچہ گوئی ہستم
انصاف بدہ ترا رسد کیں گوئی

خیام کہتا ہے کہ اے زاہد ظاہر بیں تو جو کچھ میرے حق میں کہتا ہے کینہ و بغض سے کہتا ہے ہمیشہ مجھکو ملحد اور بیدین کہتا ہے خیر میں تو خود اقرار کرتا ہوں کہ تو جو کچھ کہتا ہے میں ویسا ہی سہی لیکن ذرا انصاف کر کہ تیرے لئے یہ

باتیں کہاں تک زیبا ہیں ٭

(۲۰۵)

زاں پیش کہ از جام اجل مست شوی
زیرِ لگدِ حادثہ ہا پست شوی
سرمایہ بدست آر دریں رہ کانجا
سودے نکنی اگر تہی دست شوی

خیام کہتا ہے کہ اس سے پہلے کہ قضا آئے اور حادثات کی لاتوں سے تو پائمال ہو کچھ سرمایۂ آخرت جمع کرے کیونکہ اگر یہاں سے خالی ہاتھ گیا تو وہاں نفع کی اُمید بیکار و حماقت ہے ٭

(۲۰۶)

اے آنکہ خلاصۂ چہار ارکانی
بشنو سخنم ز عالمِ روحانی
دیوے و ددی و ملک و انسانی
باتست ہر آنچہ می نمائی آنی

خیّام کہتا ہے کہ اے انسان تو چار ارلعہ عناصر (آگ، پانی، ہوا، مٹی) سے بنا ہوا ہے میں تجھ سے ایک عالم روحانی کی بات کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تجھ میں تیری تخلیق میں قدرت نے ہر قسم کی طاقتیں ودیعت کی ہیں اب چاہے درندہ بن اور چاہے فرشتہ چاہے کامل انسان یہ تیرے اختیار میں ہے کہ قدرت کی عطا کی ہوئی طاقتوں سے صحیح کام لے ٭

(۷۸۶)

(۲۰۷)

اے از حرمِ ذاتِ تو عقل آگہ نے

در معصیت و طاعتِ ما مستغنے

مستم زگناہ وز رجا ہشیارم

امید زرحمتِ تو دارم یعنے

اے وہ ذات برتر کہ تیری بارگاہ تک عقل کی رسائی ناممکن ہے اور اے وہ ذات اقدس کہ تو ہماری طاعت و معصیت سے مستغنی ہے میں اگرچہ گناہوں میں مبتلا ہوں لیکن تیری ذات سے اُمید بھی رکھتا ہوں۔

(۲۰۸)

اے سوختہ سوختنی

وے آتشِ دوزخ زتو افروختنی

تا کے گوئی کہ بر عمر رحمت کن

حق را تو کے برحمت آموختنی

خیام اپنے کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اے دل سوختہ تو اسی قابل ہے کہ تجھ کو دوزخ کا ایندھن بنایا جائے تو کب تک رحمت کی دعا کئے جائے گا کیا تو خدا کو رحمت کرنا سکھاتا ہے۔

ختم شد

تاج العروس باتصویر

جس میں حضرت علامہ ابوالبیان آزاد ایڈیٹر رسالہ تیغ دہلی نے بڑی بڑی نامور اور تجربہ کار ہستیوں کے آزمودہ واقعات رموز مواصلت کی بیش قیمت معلومات کوٹ کوٹ کر بھردی ہے۔ حضرت علامہ کی وہ زبردست اور اعلےٰ ترین تصنیف ہے جو محنت شاقہ اور صدہا قیمتی کتابوں کے مطالعہ کے بعد لکھی گئی ہے۔ اس میں صنف نازک کے ہر پہلو اور خانہ داری کے ہر باریک نکات کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں اور بہت سلیس اردو میں لکھا گیا ہے۔ پڑھنے والیکو اسکے مطالعہ کے بعد دوسری کتابیں پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ درحقیقت یہ کتاب صدہا عربی فارسی اور ہندی معلومات کا بہترین نچوڑ ہے۔ اس کے علاوہ صوری اوصاف میں کاغذ نہایت اعلیٰ درجہ کا لکھائی بہت خوشنما اور دیدہ زیب ہے۔ نیز ایک قیمتی سہ رنگی تصویر آرٹ پیپر پر بھی طبع کرائی گئی ہے۔ قیمت بارہ آنے (۱۲ر) علاوہ محصولڈاک۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے مختصر فہرست عنوانات درج ذیل کی جاتی ہے۔

فہرست عنوانات مضامین

تمام شد

مینیجر شاندار بک ڈپو جامع مسجد دہلی

(باتصویر)

عورت کی فطرت

یوں تو آپکے ملاحظہ سے بہت سی تصانیف گذری ہونگی لیکن اگر آپ واقعی قدرداں ہیں تو اس گنجینہ جواہر کو کوڑیوں کے مول خرید کر ملاحظہ فرمائیے یہ کتاب ابوالبیان آزاد مدیر رسالہ تیغ دہلی کی وہ نایاب تصنیف ہے جس کا صفحہ صفحہ حقیقت میں کتاب کو سونے سے تولکر زہا ہے۔ اسمیں وہ بیش بہا معلومات کوٹ کوٹ کر بھردی ہے جس سے بڑے بڑے تجربہ کار سینے آجتک خالی ہیں عورت کی فطرت وخصلت کے متعلق اس قدر جامع اور پراز معلومات کتاب کوئی نہیں ہے اس کتاب میں خلیفہ ہارون الرشید اور وزیر اعظم یحیٰی برمکی کا ایک مسافر عابد بن زبیر کو عورت کے عیار بتانے کے الزام میں گرفتار کرنیکے حالات اور اس کی وہ زبردست تقریر درج ہے کہ جو عابد بن زبیر نے برسر دربار عورت کی عیاری اور فطرت وخصلت پر نہایت دلچسپ اور مؤثر پیرایہ میں کی تھی اس کے علاوہ حیرت انگیز داستان بھی درج ہے جو کہ عابد بن زبیر نے قتل کے بعد جیلخانہ میں ایک معزز سردار کے روبرو کی۔ اس حیرت انگیز داستان میں عابد بن زبیر نے ایک سچے اور تاریخی واقعہ سے عورت کی وہ عیاریاں بیان کی ہیں جن کو پڑھکر انسان عقل کے طوطے اڑ جاتے ہیں اس قصہ کو خلیفہ خود قیدخانہ میں پوشیدہ طور پر سن رہے تھے۔ اس کے بعد عابد بن زبیر کی رہائی اور وزیر اعظم یحیٰی برمکی کی شکست کے دلچسپ حالات پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ علاوہ ہاف ٹون بلاک کی سہ رنگی تصویر کے لکھائی چھپائی اعلیٰ درجہ کی۔ کاغذ چکنا اور نفیس۔ اس پر خوبی یہ کہ قیمت صرف آٹھ آنے (۸؍) علاوہ محصولڈاک۔

خلیفہ ہارون الرشید کی سیر و تفریح
غیبی صدا
آنیوالی آواز کی تلاش اور کامیابی
مسافر سے سوالات وجوابات
خلیفہ ہارون الرشید کے دربار کا منظر
عابد بن زبیر کی باریابی
تجربات سے لبریز تقریر
عورت مرد کیساتھ کیا طریقہ اختیار کرتی ہے
عورت کی کچی فطرت
عورت میں بناوٹ اور ضد کا مادہ
عورت حسد کا مجسمہ ہے
عورت کنجوس ہوتی ہے
عورت بیوفا اور بدعہد ہوتی ہے۔
عورت کو رازدار نہ بناؤ۔
عورت اپنا راز کیونکر ظاہر کرسکتی ہے
عورتوں کا ایک بدترین طبقہ
عورت کو مطیع کرنیکا طریقہ
عورت کیونکر دھوکہ کھاسکتی ہے
عورت مرد پر کب فریفتہ ہوتی ہے
عورت کے جذبۂ انتقام کی حالت۔
عورت عیارہ ومکارہ ہے۔
عابد بن زبیر اور ایک معزز سردار کی گرفتاری۔

عابد بن زبیر سے عربی سردار کی گفتگو
قیدخانہ کا منظر
ہارون الرشید کا خواب ٭ قیدخانہ کو روانگی ٭ حالات وواقعات کی مخبری۔
عابد بن زبیر اور قصہ گوئی کا آغاز
مطربہ کی غزل خوانی
باغ میں نوجوان کی حراست ٭ ماں کی مطربہ پر خفگی ٭ زینب کی ایک نئی عیاری
نوجوان کی تلاش میں عیاری
باغ میں زینب کی نغمہ سرائی
شیر شاہ ڈاکو کی آمد۔
زینب اور ڈاکو کی روانگی
زینب ڈاکوؤں کی گھاٹی میں۔
پراسرار حادثہ کا انکشاف ٭ خونریز جنگ
ڈاکوؤں کا اچانک حملہ
خلوت کدہ میں شیر شاہ کی ناکام کوشش
قیدخانہ میں زینب کا دام فریب
غزل خوانی میں عیاری
لباس بدل کر فراری
پارسائی اور عیاری کا مقابلہ
عیاری کے ذریعہ موذن کی مرمت
مرمت کے بعد عزت
زینب کی دوبارہ گرفتاری پر جھگڑا۔

فیصلہ میں عیاری
انتخاب میں جعلسازی
زینب کی تسلی کن تقریر
انعام واکرام میں پوشیدہ راز
تخلیہ میں تدابیر نجات
کھانے میں زہر ملانیکی تدبیر
دعوت طعام یا موت کی گھنٹی
حیرت انگیز دھوکہ ٭ مصیبت کا نیا جال
عیاری کے بعد فراری
ریگستان میں ایک دردناک آواز
طالب ومطلوب کی ملاقات
عاشق محبوب کے قدموں پر
تلاش یار میں سرگرمی۔
مفارقت کے بعد وصال
سوال یار اور کامیابی
شب وصل عاشقانہ انداز گفتگو
شرعی حیلہ
عیاری پر ہوشیاری
پھر وہی بے چینی
عورت بیوقوف ہوتی ہے
عورت جفاکش اور محنتی ہے
دربار میں دوبارہ حاضری
رہائی

منیجر شاندار بک ڈپو جامع مسجد دہلی

فن لطیف کا جزو اول یعنی بوسے کے متعلق تاریخی و ادبی معلومات کا ذخیرہ

کتاب

ابتدائے عشق

ابتدائے آفرینش سے لیکر آجتک محبت کے کارناموں میں جس خوشگوار اور کامیاب تمنا باب میں سب سے پہلے انسان کو داخل ہونا پڑتا ہے وہ صرف ایک حسینہ کا بوسہ کہلاتا ہے۔ عاشق یا محب کسی پیکر جمال کی محبت میں کتنی تکالیف کیوں نہ برداشت کرے سخت سے سخت مصیبتیں کیوں نہ اٹھائے لیکن جسوقت وہ اپنی محبوبہ کا لطیف ترین بوسہ لیتا ہے تو اس کی تمام کلفتیں دور ہو جاتی ہیں۔ اور وہ اپنی تمام تکلیفوں کے بدلہ میں صرف ایک بوسہ کو بہت اچھا اور ارزاں سمجھتا ہے

بوسہ کی تاریخ

کائنات عالم کے وجود کے ابتدائی دور یعنی قدیم زمانہ میں بوسہ کی کیا حقیقت تھی اس کے بعد کیا ہوئی۔ پھر بوسہ میں کیا کیا تاریخی انقلاب ہوئے۔ کون کون سی جنگیں صرف بوسہ کی بنیاد پر ہوئیں اور موجودہ زمانے میں مغرب نے بوسہ لینے کا کونسا کیف افزا طریقہ نکالا ہے نیز بوسہ کس طریقہ سے لینا اصول صحت کے مطابق ہے۔ یہ تمام باتیں پوری پوری تشریح و توضیح کے ساتھ کتاب ابتدائے عشق میں نہایت دلچسپ پیرایہ میں درج ہیں۔ ایسے لطیف عنوان پر اس قدر وضاحت کے ساتھ بہت کم کتابیں طبع ہوئی ہیں شائقین ادب کیلئے ذخیرہ معلومات اور بہترین تاریخی شغلہ ہے۔ کاغذ۔ لکھائی چھپائی مناسب ہے۔ قیمت فی جلد صرف ۱۲ار محصولڈاک علاوہ ہے۔